اکتوبر، نومبر، دسمبر2023ء

بیلجیئم

انصار اللہ

مجلس انصاراللہ بیلجیئم کا تربیتی و علمی سہ ماہی مجلّہ

کرسمس اور سالِ نو کی تقریبات

اس موقع پر پادری صاحبان نے ملاقاتوں کے دوران اظہارِ تشکر کے علاوہ اس خواہش کا اظہار کیا کہ دورانِ سال بھی ان رابطوں کو قائم رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے مجلس کی اس مساعی کو قبول فرمائے اور پہلے سے بڑھ کر خدمتِ دین میں حضرت خلیفہ المسیح کا معاون و مددگار بنائے۔ آمین

45

تذکرۂ خلفائے راشدین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکلے اور غارِ ثور میں پناہ گزیں ہوئے تو اس غار کے تمام سوراخ اگرچہ نہایت احتیاط کے ساتھ بند کر دیئے گئے تاہم ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ اتفاقاً اس سوراخ میں سے ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا۔

22

دعا۔ ایک الٰہی انعام

13

مالی قربانی کی اہمیت و ثمرات

31

ناک میں دم ہے

42

اداریہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا بڑا کریم اور سخی ہے جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔“

(ترمذی کتاب الدعوات)

مہدی آخر الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دُعا کو ایک لازوال اور ناقابلِ تسخیر ہتھیار قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

”دعا میں اللہ تعالی نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے جو کچھ ہو گا دعا کے ذریعے ہی ہو گا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے۔ اور اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں ہے جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اس کو ظاہر کر کے دکھا دیتا ہے۔“

(الفضل ۱۸۔ اپریل، ۱۹۵۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”یہ ضروری نہیں ہے کہ دعائیں عربی زبان میں کی جائیں چونکہ اصل غرض نماز کی تضرع اور ابتہال ہے اس لئے چاہئے کہ اپنی مادری زبان میں ہی کریں۔“

(روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۴۶)

حضرت مصلح موعودؓ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

(کلام محمود)

فہرست مضامین

مجلسِ ادارت

نگرانِ اعلیٰ:۔ وسیم احمد شیخ صاحب (صدرانصاراللہ بیلجیئم)، توصیف احمد صاحب (مربی سلسلہ احمدیہ)

مدیر:۔ کاشف ریحان خالد (قائد اشاعت مجلس انصاراللہ بیلجیئم)

ڈیزائن و ترتیب:۔ ناصر شبیر صاحب (سیکرٹری اشاعت انٹورپن)

ویب سائیٹ:۔ حافظ جہانزیب قریشی صاحب (قائد تعلیم القرآن بیلجیئم)

معاونین:۔ رفیق احمد ہاشمی صاحب (سیکرٹری رشتہ ناطہ بیلجیئم)، فرید یوسف (سیکرٹری مساجد کمیٹی بیلجیئم)

www.ansarullah.be | ishaat@ansarullah.be | +32 484943446

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

(سورۃ البقرۃ:187)

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ ہدایت پائیں۔

حدیثِ نبوی ﷺ

عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم فيما يرويه عن ربه عز وجل قال إذا تَقَرَّبَ العبدُ إليَّ شِبرًا تَقَرَّبْتُ إليه ذِرَاعًا، وإذا تَقَرَّبَ إليَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنهُ بَاعًا، وإذا أتاني يمشي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً۔

(ماخوذ از مسلم کتاب الذکر والدعاء باب فضل الذکر)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کی طرف سے بطور حدیث قدسی بیان کیا: جب بندہ ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں جب وہ ایک ہاتھ میرے قریب ہوتا ہے تو میں دو ہاتھ اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔

کلام امام الزمان علیہ السلام

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام دعا کی حقیقت کو بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"یہ مت سمجھو کہ دعا صرف زبانی بک بک کا نام ہے بلکہ دعا ایک قسم کی موت ہے جس کے بعد زندگی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ پنجابی میں ایک شعر ہے۔ جو منگے سو مر رہے۔ مرے سو منگن جا" (یعنی مانگنے والے کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جس طرح مر گیا۔ اپنا کچھ نہیں رہتا۔ اپنی ذات اپنی اَنا کو بالکل ختم کر دیتا ہے اور بالکل اپنی ذات کو فنا کر کے پھر مانگتا ہے۔ یہ حالت ہو تو تب اللہ تعالیٰ کے حضور ایسی حالت میں جب انسان پیش ہو تو دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں۔) آپ فرماتے ہیں کہ "دعا میں ایک مقناطیسی اثر ہوتا ہے۔ وہ فیض اور فضل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 62۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

رسول اللہ ﷺ کی قبولیتِ دعا کے راز

نماز تہجد کا وقت خاص قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ رسول کریم فرماتے ہیں کہ "ہمارا رب ہر رات کو جب آخری تہائی شب باقی رہ جائے، نچلے آسمان پر اتر آتا ہے اور کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں۔(بخاری)

آداب دعا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبولیت دعا کے راز اپنے تجربے سے خود مشاہدہ کئے پھر ہمیں بھی وہ آداب سکھائے ۔ آپ نے ان حالات، مقامات ، اوقات، مواقع اور کیفیات کی نشاندہی فرمائی جن میں دعائیں بطور خاص قبول ہوتی ہیں۔ ان تمام کیفیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ حالتیں انسان میں جوش اضطراب اور دعا کی تحریک میں مدو معاون ہوتی ہیں۔ اس لئے ایسے حالات اور اوقات کی دعائیں خاص قبولیت کا اثر رکھتی ہیں۔ ان بابرکت اوقات کا تذکرہ یہاں مناسب ہوگا۔

☼ نماز تہجد کی دعائیں (بالخصوص رات کے آخری حصہ میں)

☼ اذان کے وقت نیز اذان واقامت کے درمیان کی دعا

☼ سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آمین کی کیفیت میں امام اور ملائکہ سے موافقت معنی نماز میں توجہ سے دعا

☼ حالت سجدہ کی دعائیں

☼ نماز جمعہ میں قبولیت دعا کی گھڑی

☼ مسلمانوں کے اجتماع اور پاکیزہ مجالس ذکر کی دعائیں

☼ روزہ دار کی افطاری کے وقت کی دعا

☼ رمضان المبارک بالخصوص آخری عشرہ اور لیلۃ القدر کی دعائیں

☼ ختم قرآن کے وقت کی دعا

☼ حالت مظلومیت کی دعائیں

☼ بارش کے وقت کی دعا

☼ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔

☼ ایک شخص کی دوسرے غیر موجود بھائی کے حق میں دعائیں۔ بعض تعلقات کی وجہ سے بھی دعا میں اضطراب اور جوش پیدا ہو کر وہ لائق قبول ٹھہرتی ہے۔ مثلاً

☼ والدین کی اولاد کے بارے میں اور نیک اولاد کی والدین کے حق میں دعا امام عادل کی دعا نیز صالح اور نیک لوگوں کی دعائیں

بعض مقامات بھی قبولیت دعا کے لئے خاص جوش اور تاثیر پیدا کرتے ہیں۔

☼ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کو دیکھ کر دعا مقام ابراہیم پر نیز حجر اسود کے پاس دعا

☼ صفا مروہ پر دعا

☼ مسجد نبوی اور بیت المقدس میں دعا

☼ مشعر الحرام اور میدان عرفات میں دعا

اس جگہ قبولیت دعا کے ان جملہ مواقع اوقات و حالات اور تعلقات کے بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشادات بیان کرنے مناسب ہوں گے۔

کون ہے جو مجھ سے مانگے

نماز تہجد کا وقت خاص قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ رسول کریم فرماتے ہیں کہ "ہمارا رب ہر رات کو جب آخری تہائی شب باقی رہ جائے، نچلے آسمان پر اتر آتا ہے اور کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا کو قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے اور میں اس کو عطا کروں۔ کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور میں اسے بخش دوں ۔"(بخاری)

کون سی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں

بعض روایات میں آدھی رات گزر جانے کے بعد اور بعض میں ایک تہائی رات کے بعد اللہ تعالیٰ کے نچلے آسمان پر اتر آنے کا ذکر ہے۔ حضرت ابوامامہ باہلی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں ۔ آپ نے فرمایا کہ رات کے آخری حصہ میں سب سے زیادہ قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ اس کے بعد فرض نمازوں کے معاً بعد کے اوقات بھی خاص قبولیت کے ہیں۔" (ترمذی)

جب دعا رد نہیں کی جاتی

اذان کے وقت کی دعا کے بارے میں حضرت سہل کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" دو ایسے اوقات ہیں جن میں دعا رد نہیں کی جاتی ایک

اذان کے وقت، دوسرے جنگ کے دوران جب دشمن سے سخت مقابلہ جاری ہو۔" (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اذان اور اقامت کے درمیان کی دعا کبھی رد نہیں کی جاتی۔ کسی نے پوچھا اس وقت کون سی دعا کرنی چاہیے۔ فرمایا "دنیا و آخرت کی بھلائی مانگو"۔ (ترمذی)

نزولِ رحمت کا وقت کونسا ہے

ختم قرآن کا وقت بھی خاص قبولیت کے اوقات میں سے ہے۔ رسول کریم نے فرمایا کہ جب بندہ قرآن کریم ختم کرتا ہے تو اس وقت ساٹھ ہزار فرشتے اس کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ اس موقع پر آپ نے قبر کی وحشت سے مانوسیت اور حصول رحمت باری کی دعا رسول اللہ نے سکھلائی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ختم قرآن کا وقت نزول رحمت کا وقت ہوتا ہے۔ (شوکانی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو جمعہ کی ایک خاص گھڑی کا بتایا جس میں دعائیں خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ اس گھڑی کا وقت خطبہ جمعہ سے لے کر جمعہ کے دن کے ختم ہونے تک بیان کیا گیا ہے۔ خاص طور پر خطبہ جمعہ اور نماز کے دوران اس گھڑی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ (ابوداؤد)

رمضان کا آخری عشرہ اور دعائیں

رمضان المبارک دعاؤں کا خاص مہینہ ہے۔ بالخصوص اس کے آخری عشرہ میں آنحضرت ﷺ کی سنت سے اعتکاف کے خاص مجاہدے کے ساتھ دعائیں کرنا ثابت ہے۔ (بخاری)

افطاری اور قبولیتِ دعا

رسول اللہ نے فرمایا روزہ دار کے لئے افطاری کا وقت قبولیت دعا کا ایک خاص موقع ہوتا ہے۔ جس وقت اس کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ (ترمذی)

رمضان کا آخری عشرہ اور دعائیں

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلتہ القدر کی رات خاص طور پر قبولیت دعا کے اوقات میں سے ہے۔ (بخاری)

ذکرِ الٰہی اور مغفرت کی دعائیں

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نیک لوگ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے بیٹھتے ہیں تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں اور ان پر رحمت و سکینت کا نزول ہوتا ہے اور ان کو مغفرت عطا ہوتی ہے۔ (بخاری)

بارانِ رحمت اور قبولیتِ دعا

بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ باران رحمت کے نزول کا وقت بھی قبولیت دعا کا خاص وقت ہوتا ہے۔ (ابن ماجہ)

نماز میں توجہ و خشوع اور دعا کی قبولیت

جن کیفیات میں دعا بطور خاص قبول ہوتی ہے۔ ان میں ایک وہ حالت ہے جب نماز میں توجہ اور خشوع حاصل ہو۔ حدیث میں آتا ہے جب سورۃ فاتحہ کی دعا کے بعد ملائکہ کی آمین سے کسی کی آمین کی موافقت ہو جائے تو اس کے گناہ معاف کئے جاتے ہیں۔ (بخاری)

حالتِ سجدہ اور دعا

سجدے میں دعاؤں کا خاص موقع ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان حالت سجدہ میں اپنے رب سے بہت قریب ہوتا ہے۔ پس تم اس وقت کثرت سے دعائیں کیا کرو۔ (مسلم)

مظلوم کی دعا

مظلوم کی دعا بھی خاص قبولیت کے لائق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن تین دعاؤں کی خاص قبولیت کا ذکر فرمایا ان میں ایک مظلوم کی بددعا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔ (بخاری)

غیر حاضر بھائی اور اسکے لیے دعا کا اثر

ایسے شخص کے لئے خاص توجہ اور جوش سے دعا کرنا جو پاس موجود نہ ہو خاص قبولیت کا موقع ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سرعت کے ساتھ قبول ہونے والی دعا اس شخص کی دعا ہے جو اپنے کسی غیر حاضر بھائی کے لئے دعا کرتا ہے۔ (مسلم)

ہاتھ پھیلا کر سوالی بن کر دعائیں کرنا

دعا کرنے والے کی حالت بھی قبولیت دعا میں مدد و معاون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اللہ سے اس کے حضور، ہتھیلیاں پھیلا کر سوالی بن کر دعا مانگا کرو اور جب دعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہاتھ منہ پر پھیر لو۔ اسی طرح فرمایا کہ تمہارا رب بہت ہی کریم اور حیادار ہے۔ جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے تو اس کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ وہ ان ہاتھوں کو خالی واپس لوٹا دے۔ (ترمذی)

والدین کی دعا کا اثر

بعض رشتے اور تعلقات بھی قبولیت دعا کے لئے محرک ہوتے ہیں۔ چنانچہ والد کی دعا کے بارے میں آنحضرت نے فرمایا کہ اگر والد اولاد کے خلاف دعا کرے تو اس کی قبولیت میں شک نہیں ہوتا۔

(ترمذی) اسی طرح والدین کی اولاد کے حق میں اور نیک اولاد کی اپنے والدین کے لئے دعا بھی خاص طور پر قبولیت کا رنگ رکھتی ہے۔

امام عادل اور نیک، صالح لوگوں کی دعائیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امام عادل یعنی مسلمانوں کے نیک اور بزرگ آئمہ کی دعا کے متعلق فرمایا کہ وہ رد نہیں کی جاتی اس طرح نیک اور صالح لوگوں کی دعائیں بھی قبولیت کا خاص مرتبہ رکھتی ہیں۔ (ترمذی)

بعض مقامات ایسے ہیں جہاں دعائیں خاص قبول ہوتی ہیں۔

1- قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ذکریا کو حصول اولاد کے لئے جب جوش دعا پیدا ہوا تو وہ اپنے محراب (عبادت کی خاص جگہ) میں دعا کرنے کے لئے کھڑے ہوئے اور ملے نہیں جب تک دُعا قبول نہیں ہوئی۔ اسی جگہ ان کو دعا قبول ہو جانے کی خوشخبری بھی عطا کی گئی۔ (سورۃ آل عمران 39,40:)

2- اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بیت اللہ کے ماحول میں "مقام ابراہیم پر خاص طور سے عبادات اور دعائیں کرنے کی ہدایت فرمائی۔ (البقرہ) پس یہ دعائیں بھی خاص تاثیر رکھتی ہیں۔

3- رسول کریم نے فرمایا کہ جب بیت اللہ پر نظر پڑے تو جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔

4- اس طرح بیت اللہ میں "حجر اسود کے پاس دعا کا خاص موقع ہوتا ہے جہاں رسول کریم نے بہت رو رو کر دعائیں کیں۔ (شوکانی)

5- صفا و مروہ اور مشعر الحرام کے پاس بھی رسول اللہ نے دعائیں کیں۔ اس جگہ بھی دعا کی خاص قبولیت کا ذکر ملتا ہے۔ (نسائی)

6- میدان عرفات کی دعا کو رسول اللہ نے بہترین دعا قرار دیا۔ (ترمذی)

7- رسول اللہ نے بیت اللہ کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ میں سے بطور خاص مدینہ کی مسجد نبوی اور بیت المقدس کی طرف خاص اہتمام سے سفر کرنے کی اجازت فرمائی۔ ان مقامات میں بھی انسان قبولیت دعا کے خاص مواقع حاصل کرسکتا ہے۔ (بخاری)

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک
1857-1916

دعاؤں کی عادت

خدا کا فرستادہ مسیح موعود علیہ السلام جسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِکَ اِلَّا فِیْ شُرَکَائِکَ ۔جس سے وعدہ تھا کہ میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا، سوائے ان کے جو شرکاء کے متعلق ہوں۔ وہ ہنری مارٹن کلارک والے مقدمہ کے موقع پر مجھے جس کی عمر صرف 9 سال کی تھی دعا کے لئے کہتا ہے ۔ گھر کے نوکروں اور نوکرانیوں کو کہتا ہے کہ دعائیں کرو ۔ پس جب وہ شخص جس کی سب دعائیں قبول کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا تھا، دوسروں سے دعائیں کرانا ضروری سمجھتا ہے اور اس میں اپنی ہتک نہیں سمجھتا تو ایک ڈاکٹر کا دوسرے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا، کس طرح ہتک کا موجب ہو سکتا ہے۔ پس دیانت، ایمان اور دین کے لحاظ سے ایک معالج کا فرض ہے کہ جب حالت خطرناک دیکھے تو مشورہ دے کہ کسی اور کو بلا لیا جائے۔

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 131-132)

جبرائیل اب بھی آتا ہے

میری عمر جب نو یا دس برس کی تھی۔ میں اور ایک اور طالب علم گھر میں کھیل رہے تھے ۔ وہیں الماری میں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی جس پر نیلا جزدان تھا اور وہ ہمارے دادا صاحب کے وقت کی تھی۔ نئے نئے علوم ہم پڑھنے لگے تھے اس کتاب کو جو کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ اب جبرائیل نازل نہیں ہوتا۔ میں نے کہا یہ غلط ہے میرے ابا پر تو نازل ہوتا ہے۔ اس لڑکے نے کہا جبرائیل نہیں آتا کتاب میں لکھا ہے۔ ہم میں بحث ہو گئی۔ آخر ہم دونوں حضرت صاحب کے پاس گئے اور دونوں نے اپنا اپنا بیان پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جبرائیل اب بھی آتا ہے۔

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 149)

سورۃ فاتحہ بہترین دعاؤں میں سے ہے

سورۃ فاتحہ اسلام کی بہترین دعاؤں میں سے ایک دعا ہے جس کی قرآن کریم میں خاص طور پر تعریف آئی ہے۔ چنانچہ اس کا ایک نام سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ (الحجر:88) بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس کی سات آیتیں ہیں۔ جو بار بار دوہرائی جاتی ہیں۔ مثانی کے معنی اعلیٰ کے بھی ہوتے ہیں اور مثانی کے معنی وادی کے موڑ کے بھی ہوتے ہیں۔ گویا یہ سورۃ انسان کو خدا تعالیٰ کی طرف موڑ کر لے جانے والی ہے اور پھر بار بار دوہرائی بھی جاتی ہے۔ چنانچہ تہجد کو ملا کر روزانہ چھ نمازوں میں سورہ فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ اگر نوافل کو شامل نہ کیا جائے تو صرف ظہر کی نماز میں 8 بار سورۃ فاتحہ پڑھی جاتی ہے کیونکہ دو سنتیں پہلے پڑھی جاتی ہیں۔ پھر چار فرض پڑھے جاتے ہیں اور پھر دو سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ گو فرض نماز سے پہلے چار سنتیں بھی پڑھ لی جاتی ہیں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ دو سنتیں ہی پڑھا کرتے تھے۔ پس آٹھ رکعتیں ظہر کی ہوئیں۔ اس کے بعد عصر کی چار رکعتیں ہیں ۔ مغرب کی پانچ رکعتیں ہیں۔ عشاء کی چھ رکعتیں اور تین وتر ہیں اور آٹھ رکعتیں نماز تہجد کی ہیں۔ یہ کل 34 رکعات بنتی ہیں جن میں سورۃ فاتحہ روزانہ پڑھی جاتی ہیں۔ گویا اس سورۃ کی عظمت اس بات سے ظاہر ہے کہ مسلمان اسے روزانہ 34 بار پڑھتا ہے۔

(الفضل 11 جنوری 1959ء جلد 48/13 نمبر 10 صفحہ 2)

چوہدری محمد مظہر
مربی سلسلہ - بیلجیئم

سورۃ فاتحہ کا پانچواں نام السبع المثانی

اس سورۃ کے ناموں میں سے ایک نام سبع مثانی ہے اور اس نام کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سورۃ کے دو حصے ہیں۔ اس کا ایک حصہ بندہ کی طرف سے خدا کی ثناء اور دوسرا نصف فانی انسان کے لئے خدا تعالیٰ کی عطا اور بخشش بعض علماء کے نزدیک اس کا نام السبع المثانی اس لئے ہے کہ یہ سورۃ تمام کتب الٰہیہ میں امتیازی نشان رکھتی ہے۔ اور اس کی مانند کوئی سورۃ تورات یا انجیل یا دوسرے صحف انبیاء میں نہیں پائی جاتی اور بعض کا خیال ہے کہ اس کا نام مثانی اس لئے ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی ایسی سات آیات پر مشتمل ہے کہ ان میں سے ہر آیت کی قرأت قرآن عظیم کے ساتویں حصہ کی قرأت کے برابر ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا نام السبع المثانی اس بناء پر رکھا گیا ہے کہ اس میں جہنم کے سات دروازوں کی طرف اشارہ ہے اور ان میں سے ہر ایک دروازہ کے لئے اس سورۃ کا ایک حصہ مقرر ہے جو خدائے رحمان کے اذن سے جہنم کے شعلوں کو دور کرتا ہے۔ پس جو شخص جہنم کے ان سات دروازوں سے محفوظ گزرنا چاہتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ اس سورۃ کی ساتوں آیات کے حصار میں داخل ہو اور ان سے دلی لگاؤ رکھے اور ان پر عمل کرنے کے لئے خدائے قدیر سے استقلال طلب کرے اور تمام اخلاق، اعمال اور عقائد جو انسان کو جہنم میں داخل کرتے ہیں وہ اصولی طور پر سات مہلک امور ہیں اور سورۃ فاتحہ کی یہ سات آیات ایسی ہیں جو ان مہلکات کی شدائد کو دفع کرتی ہیں۔

احادیث میں اس سورۃ کے اور بھی کئی نام مذکور نہیں لیکن تیرے لئے اسی قدر بیان کافی ہے کہ یہ الٰہی اسرار کا خزانہ ہے۔ علاوہ ازیں۔ اس سورۃ کی آیات کا سات کی تعداد میں منحصر ہونا مبدء و معاد کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے میری مراد یہ ہے کہ اس کی سات آیات دنیا کی عمر کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ وہ سات ہزار سال ہے اور ہر آیت ہزار سال کی کیفیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ کہ آخری ہزار سال گمراہی میں بڑھ کر ہو گا اور یہ مقام اسی طرح اظہار کا مقتضی تھا جس طرح یہ سورۃ شروع دنیا سے لے کر آخرت تک کے ذکر کی کفیل ہے۔ (ترجمہ از مرتب)

سورۃ فاتحہ کے خواص

واضح ہو کہ اگر کوئی کلام ان تمام چیزوں میں سے کہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے صادر اور اس کے دست قدرت کی صنعت ہیں کسی چیز سے مشابہت کلی رکھتا ہو یعنی اس میں عجائبات ظاہری و باطنی ایسے طور پر جمع ہوں کہ جو مصنوعات الٰہیہ میں سے کسی شے میں جمع ہیں تو اس صورت میں کہا جائے گا کہ وہ کلام ایسے مرتبہ پر واقع ہے کہ جس کی مثل بنانے سے انسانی طاقتیں عاجز ہیں کیونکہ جس چیز کی نسبت بے نظیر اور صادر من اللہ ہونا عندالخواص والعوام ایک مسلّم اور مقبول امر ہے جس میں کسی کو اختلاف و نزاع نہیں اس کی وجہ ہے۔ نظیری میں کسی شے کی شراکت تامہ ثابت ہونا بلاشبہ اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ وہ شے بھی بے نظیر ہی ہے مثلاً اگر کوئی چیز اس چیز سے بکلی مطابق آجائے جو اپنے مقدر میں دس گز ہے تو اس کی نسبت بھی یہ علم صحیح قطعی مفید یقین جازم حاصل ہو گا کہ وہ بھی دس گز ہے۔

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد اول صفحہ 5 تا 7)

الفاظ	اعراب	معانی
تسمیہ	تَسْمِیَہ	نام رکھنے کی وجہ
ثناء	ثَنَاءُ	تعریف، حمد
مشتمل	مُشْتَمِلْ	جو شامل اور شریک ہو
قرأت		جو بہت اچھا یا سب سے اچھا ہو
بناء	بِنَاء	بنیاد
حصار	حِصَارْ	پناہ گاہ
قدیر	قَدِیْرْ	قدرت یا طاقت کا مالک۔ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام
استقلال	اِسْتِقْلَال	ثابت قدمی، قائم رہنا، ڈٹے رہنا
طلب	طَلَبْ	جستجو، مقصد، خواہش
اخلاق	اَخْلَاقْ	عادتیں، خصلتیں، خلق کی جمع ہے
اعمال	اَعْمَالْ	افعال، کام
عقائد	عَقَائِدْ	ایمان ویقین
مہلک	مُهْلِكْ	ہلاک کرنے والا، خطرناک
امور	اُمُوْرْ	بہت سے کام، معاملات، احکامات
مہلکات	مُهْلِكَاتْ	ہلاک کرنے والیں، خطرناک
کیفیت	کَیْفِیَتْ	حالت
مقتضی	مُقْتَضِیْ	جس کی ضرورت محسوس ہو
کفیل	کَفِیلْ	کفالت کرنے والے، ضامن، مددگار
خواص	خَوَاصْ	عادتیں، مزاج
صادر	صَادِرْ	قانون، جاری
دست	دَسْتْ	ہاتھ
صنعت	صَنْعَتْ	پیشہ، ہنر
باطنی	بَاطِنِیْ	پوشیدہ، چھپا ہوا، اندرونی
مصنوعات	مَصْنُوْعَاتْ	بنائی ہوئی چیزیں، بناوٹی
الٰہیہ	اِلٰهِیَہْ	الٰہی
بے نظیر	بے نَظِیْرْ	بے مثال، بے بدل
مسلّم	مُسَلَّمْ	تسلیم شدہ، مانا ہوا
مقبول	مَقْبُوْلْ	قبول کیا ہوا
نزاع	نَزَاعْ	غشی، آخری وقت، جان نکلنے کا وقت
وجوہ	وُجُوْہْ	اسباب
بے نظیری	بے نِظِیْرِیْ	جس کی کوئی مثال نہ ہو

شراکت	شِراکَتْ	حصہ داری، شمولیت
تامّہ	تَامَّہ	مکمل، پوری
بلاشبہ	بِلَا شُبْھَہ	یقینی طور پر
مقدار	مِقْدَار	گنتی، قدروقیمت، تعداد
گز	گَزْ	لمبائی ماپنے کا پیمانہ
قطعی	قَطْعِی	یقینی، کامل
جازم	جَازِم	قاطع، پختہ

”جس سے اس کا پڑوسی خوش ہے وہ اعلیٰ اخلاق کا مالک ہے“

پھر پڑوسی ہیں، اگر پڑوسی، پڑوسی سے خوش ہو تو اس پڑوسی کو جس سے اس کا پڑوسی خوش ہے اعلیٰ اخلاق کا مالک سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے آپؐ نے اپنے پڑوسی کے حقوق کے بارے میں بہت سی نصائح فرمائی ہیں۔ صحابہؓ بھی اس وجہ سے بہت زیادہ کوشش میں رہتے کہ کس طرح پڑوسی کو خوش رکھیں۔ ایک دفعہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! مجھے کس طرح علم ہو کہ میں اچھا کر رہا ہوں یا برا کر رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم اپنے پڑوسی کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بڑے اچھے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا طرز عمل اچھا ہے۔ اور جب تم پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بہت بُرے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا رویہ برا ہے۔ یعنی خود تم اپنے جج نہ بن جاؤ۔ بعض لوگ اپنے آپ کی خود ہی تعریف کرتے ہیں کہ ہم اچھے ہیں۔ بلکہ تمہارے پڑوس تمہارے اچھے ہونے کی گواہی دیں۔

اگر ہر کوئی اس بات پر عمل کرے تو ایک خوبصورت معاشرہ قائم ہو جاتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ پڑوسی سے اچھا سلوک کرنا اتنا بڑا خلق ہے کہ جبریل علیہ السلام ہمیشہ مجھے پڑوسی سے حسن سلوک کی تاکید کرتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ مجھے خیال پیدا ہوا کہ وہ اسے وارث ہی نہ بنا دے۔ اتنی اہمیت ہے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی۔...آج ہمارا بھی فرض ہے کہ جو اخلاق آپؐ نے ہمیں سکھلائے ان کو اختیار کریں اور دنیا کو بتائیں کہ یہ وہ اعلیٰ اخلاق ہیں جو اس معلم اخلاق نے ہمیں سکھائے اور آج بھی حسین معاشرے کے قیام کے لیے ان کو اپنانا ضروری ہے۔ پس اپنے نمونوں سے ہمیں ان کو دنیا کو دکھانا ہوگا۔ اللہ توفیق دے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹/اگست ۲۰۰۵ء)

دعا
ایک الٰہی انعام

ارشاداتِ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

قُلۡ مَا یَعۡبَؤُا بِکُمۡ رَبِّیۡ لَوۡلَا دُعَآؤُکُمۡ

(الفرقان۔78)

یعنی اے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم آپ کہہ دیجئیے کہ اگر تم دعائیں نہیں کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری پروا نہیں کرے گا۔

اسی طرح اور بھی کئی مقامات پر دعا کی اہمیت اور اس کی فضیلت سے متعلق قرآن کریم میں آیات ملتی ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر ہمیں واقعی اپنے مولائے حقیقی کی صفات اور اس کی قدرتوں سے متعلق علم ہے اور ہم ان پر یقین بھی رکھتے ہیں تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اپنی گذارشات اس کے حضور عرض کرنے سے رُکے رہیں اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو مصائب و تکالیف سے گزاریں۔ ہمارے پیارے آقا افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے باعثِ تقلید ہے۔ آپ ساری ساری رات اپنے خدا کے حضور رو رو کر التجائیں کرتے اور یہی وہ اندھیری راتوں کی پرسوز دعائیں تھیں جنہوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کو روشناس کروایا اور صدیوں کے مردوں کو زندہ کردیا۔ آپ نے ہمیں کثرت سے دعائیں کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ کیونکہ جب تک ہم خدا کی محبت میں گم ہو کر اس سے کچھ مانگتے نہیں وہ کیونکر ہم پر انعام فرما سکتا ہے اور سیدھی راہ بغیر چاہے کیسے مل سکتی ہے آپؐ فرماتے ہیں کہ

”اللہ تعالیٰ بڑا حیا والا بڑا کریم اور سخی ہے جب بندہ اس کے حضور اپنے دونوں ہاتھ بلند کرتا ہے تو وہ ان کو خالی اور ناکام واپس کرنے سے شرماتا ہے۔“

(ترمذی کتاب الدعوات)

مہدی آخرالزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دُعا کو ایک لازوال اور ناقابلِ تسخیر ہتھیار قرار دیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

”دعا میں اللہ تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے جو کچھ ہوگا دعا کے ذریعے ہی ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعا ہی ہے۔ اور اس کے سوا کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں ہے جو کچھ ہم پوشیدہ مانگتے ہیں خدا اس کو ظاہر کرکے دکھا دیتا ہے۔“

(الفضل ۱۸۔ اپریل، ۱۹۵۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”یہ ضروری نہیں ہے کہ دعائیں عربی زبان میں کی جائیں چونکہ اصل غرض نماز کی تضرع اور ابتہال ہے اس لئے چاہئے کہ اپنی مادری زبان میں ہی کریں۔“

(روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۴۶)

حضرت مصلح موعود نے کیا خوب فرمایا ہے۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

(کلام محمود)

دعا کی فرضیت اور برکات سے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”میں نے اپنے بچوں کو بچپن سے یہی تربیت دی ہے کہ تم ہر مشکل کے وقت خدا کو کہا کرو اور اس سے دعا مانگا کرو۔ لیکن ہمارا خدا تو ہماری پیدائش سے بھی پہلے موجود تھا اور اس پر تو کبھی موت نہیں آئے گی۔ اس لیے بچوں کو یہ سکھانا ضروری ہے کہ پہلے اپنے خدا سے تعلق جوڑیں اور پھر اپنے ماں باپ سے۔ تب وہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالی کے فضل ان پر نازل ہوں گے۔ چنانچہ میرے بچوں نے جب دعائیں کیں۔ ایسے حیرت انگیز طور پر پوری ہوئیں کہ کئی دفعہ ان کو یقین نہیں آتا کہ خدا تعالی اتنی جلدی قبول فرما لے گا۔“

(تشحیذالاذہان۔ جنوری ۱۹۸۴ء)

اللہ تعالی ہمیں مقبول دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

قبولیت دعا کے طریق

حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد، المصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱/جولائی ۱۹۱۶ء میں تشہد تعوذ و سورۃ فاتحہ کے بعد مندرجہ ذیل آیتِ قرآنی کی تلاوت کی۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ

الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ۔

(البقرہ:۱۸۷)

اور پھر فرمایا:

"میں نے پچھلے خطبہ جمعہ میں بیان کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو میں اس امر کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ انسان کو دعا کس رنگ اور کس طریق میں کرنی چاہئے جس کے نتیجے میں قبولیت کا وہ زیادہ امیدوار ہو۔ اور وہ کیا شرائط ہونی چاہئیں جن کے مطابق کی ہوئی دعا خدا تعالیٰ کے حضور قبول ہو جائے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ بادشاہ ہے اور ہم اس کی رعایا۔ کسی کی درخواست اور عرضی کو قبول کرنا بادشاہ کا اپنا کام ہے رعایا کا نہ یہ فرض ہے نہ کام ہے اور نہ حق ہے کہ بادشاہ یا حاکم ضرور ہی اس کی درخواست کو قبول کرے۔ اگر وہ ہر بات کو قبول کرے اور ضرور قبول کرے تو گویا وہ نوکر ہوا اور رعایا آقا۔ وہ خادم ہوا اور رعایا مخدوم۔ کیونکہ جو کسی کی ہر ایک بات ماننے کے لئے مجبور ہوتا ہے وہ آقا نہیں بلکہ خادم ہوتا ہے۔ آقا خادم کی بات ماننے کے لئے مجبور نہیں ہوتا بلکہ مختار ہوتا ہے۔ اس کے اختیار میں ہوتا ہے کہ چاہے تو قبول کرے اس کے لئے وہ مجبور نہیں ہوتا۔ اور چاہے تو رد کر دے اس سے اس پر کوئی الزام نہیں آتا۔ چونکہ خدا تعالیٰ نہ صرف آقا ہے اور ہم خادم بلکہ وہ مالک ہے اور ہم غلام۔ پھر وہ خالق ہے اور ہم مخلوق۔ تو جبکہ خادم اور آقا کا تعلق بھی ایسا نازک ہوتا ہے کہ خادم کو کبھی یہ امید نہیں ہو سکتی کہ میرا آقا میری ہر ایک بات کو ضرور ہی مان لے گا تو ایک انسان کس طرح خیال کر سکتا ہے کہ اس کی ہر ایک بات خدا تعالیٰ کو قبول کر لینی چاہئے۔ اگر کوئی خادم یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی ہر ایک بات اس کا آقا مان لیتا ہے تو اس کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ خادم کو ہمیشہ خدمت کے مقام پر کھڑا رہنا چاہئے اور اپنے رویہ طریق اور خیالات کو اسی حد میں محدود رکھنا چاہئے جو اس کی خادمیت کے مناسب ہے، نہ کہ آقا بننا چاہئے۔

خدا تعالیٰ ہر دعا قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے

پس کسی کا یہ امید کرنا یا ایسا خیال کرنا کہ اگر میری تمام دعائیں خدا قبول کرے اور کسی کو رد نہ کرے تب خدا، خدا ہو سکتا ہے ورنہ نہیں اس طرح کی بات ہے کہ گویا نعوذباللہ وہ انسان خدا ہے اور خدا اس کا بندہ۔ یہ آقا ہے اور وہ خادم۔ یہ مالک ہے اور وہ غلام۔ کیونکہ جو کسی کی ہر ایک بات ماننے کے لئے مجبور ہوتا ہے وہ بندہ اور غلام ہوتا ہے نہ کہ منوانے والا خادم اور غلام۔ تو یہ امید کرنا ہی باطل ہے کہ میری تمام دعائیں قبول ہو جانی چاہئیں۔ یہ خیال کوئی جاہل سے جاہل اور نادان سے نادان انسان تو کرے ورنہ دانا نہیں کر

سکتا۔ گو آج کل کے مسلمانوں میں سے بعض اسی قسم کے خیالات رکھتے ہیں۔ بعض لوگ جو مجھے دعا کے لئے لکھتے ہیں انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ انشاء اللہ دعا کی جائے گی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ ابھی تک کام نہیں ہوا، معلوم ہوتا ہے آپ نے دعا نہیں کی، اب آپ ضرور دعا کریں۔ ہم لکھتے ہیں ہمارا کام دعا کرنا ہے وہ کرتے ہیں۔ آگے کام کرنا خدا کے اختیار میں ہے اس میں ہمارا کوئی دخل نہیں۔ اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آپ نے یہ کیا لکھ دیا۔ آپ تو جو چاہیں خدا سے منوا سکتے ہیں۔ پس ہمارا یہ کام بھی کروا دیجئے۔ تو اس قسم کے خیالات ہیں آج کل کے مسلمانوں کے جو اس جہالت کا نتیجہ ہیں جو ان میں پھیلی ہوئی ہے۔ انہوں نے کسی کے بزرگ ہونے کے یہ معنی سمجھ رکھے ہیں کہ وہ نعوذباللہ خدا سے بھی بزرگ ہے، جو چاہے کروا سکتا ہے۔ حالانکہ بزرگ کے اصل معنے یہ نہیں کہ وہ لوگوں میں سے بزرگ ہے جیسے کہتے ہیں کہ باپ کا بزرگ بیٹا یعنی سب سے بڑا بیٹا۔ اس کے یہ معنی نہیں ہوا کرتے کہ وہ اپنے باپ سے بھی بزرگ ہے۔ بلکہ یہ کہ دوسرے بھائیوں سے بزرگ ہے۔ اسی طرح خدا کے بزرگ کے یہی معنے ہیں کہ اس کی مخلوق سے بزرگ ہے اور خدا اَوروں کی نسبت اس کی دعائیں زیادہ قبول کرتا ہے جیسے گورنمنٹ کے اعلیٰ حکام ہوتے ہیں ان کی باتیں دوسروں کی نسبت بہت زیادہ مانی جاتی ہیں۔ مگر یہ نہیں ہوتا کہ گورنمنٹ ان کی سب کی باتیں مان لے۔ تو یہ ایک باطل عقیدہ ہے جو پھیلا ہوا ہے کہ خدا کو سب دعائیں قبول کرنی چاہئیں۔

پچھلے جمعہ کے خطبہ میں جو میں نے یہ کہا تھا کہ ایسے طریق بتاؤں گا جن سے دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس سے شاید کسی کے دل میں یہ بات آئی ہو کہ اگلے جمعہ میں کوئی ایسی ترکیب بتا دی جائے گی جس سے جو چاہیں گے خدا تعالیٰ سے منوالیں گے اور اب یہ سن کر کہ خدا تعالیٰ ہر ایک دعا قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں ہے اور نہ ہی کسی عقل مند کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ اس کی تمام دعائیں قبول ہو جائیں گی۔ کوئی کہہ دے کہ پہاڑ کھودنے سے چوہا ہی نکلا ہے یعنی جب کسی بڑی چیز کی امید ہو اور بہت چھوٹی چیز حاصل ہو تو یہی کہا جاتا ہے۔ پس اگر کسی نے یہ خیال کیا تھا کہ اگلے جمعہ میں کوئی ایسا طریق بتا دیا جائے گا جس سے جو بات چاہیں گے خدا سے قبول کروا لیں گے تو وہ اپنے دل سے اس کو نکال دے کیونکہ یہ کفر ہے اور یہ بات نہ میرے ذہن میں آئی اور نہ ہی کسی ایسے انسان کے ذہن میں آ سکتی ہے جو خدا تعالیٰ کی عظمت، جلال اور قدرت سے واقف ہے۔

میرا مدعا تو یہ تھا کہ ایسا طریق بتایا جائے جس سے نسبتاً خدا تعالیٰ زیادہ دعائیں قبول فرمالے۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ میں کوئی ایسا گُر جانتا ہوں یا بتا سکتا ہوں یا یہ کہ میرا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے انسان جو چاہے منوا سکتا ہے۔

پس میں پہلے اس بات کو صاف کرنا چاہتا ہوں کہ میں قطعاً کوئی ایسا گُر نہیں جانتا کہ جس سے آقا خادم اور خادم آقا بن جائے۔ خالق مخلوق ہو جائے اور مخلوق خالق۔ مالک غلام قرار پا جائے اور غلام مالک۔ کیونکہ آقا، آقا ہی ہے اور غلام، غلام۔ خدا تعالیٰ ازل سے آقا ہے، خالق ہے، مالک ہے، رازق ہے اور ہمیشہ اسی طرح رہا ہے، اسی طرح رہے گا۔ انسان ہمیشہ سے خادم، مخلوق اور مملوک رہا ہے اور اس کی یہی حالت ہمیشہ رہے گی۔ حتیٰ کہ جنت میں جب اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج پر ہو گا تو بھی یہی حالت ہوگی۔ تو اس قسم کا خیال کفر ہے اور میں ہرگز ہرگز اس کا قائل نہیں۔ ہاں ایسے رنگ اور طریق ضرور ہیں کہ جن سے انسان اللہ تعالیٰ کو خوش کر کے جہاں

ہمارے پیارے آقا افضل الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے لئے باعثِ تقلید ہے۔ آپ ساری ساری رات اپنے خدا کے حضور رو رو کر التجائیں کرتے اور یہی وہ اندھیری راتوں کی پرسوز دعائیں تھیں جنہوں نے چار دانگ عالم میں اسلام کو روشناس کروایا اور صدیوں کے مردوں کو زندہ کر دیا۔

تک آقا اور مالک، خالق اور مخلوق، مالک اور مملوک کا تعلق ہے اپنی بات منوا سکتا ہے۔ جیسے ایک بچہ اپنے باپ سے اور شاگرد اپنے استاد سے منوالیتا ہے مگر ایسا کوئی بچہ نہیں ہو سکتا جو باپ سے اپنی ہر بات منوالے اور ایسا کوئی شاگرد نہیں ہو سکتا جو استاد سے جو چاہے منظور کروا لے۔ کوئی جاہل اور نادان باپ یا استاد ہر ایک بات مان لے تو یہ ایک الگ بات ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ کسی پٹھان نے اپنے لڑکے کو پڑھانے کے لئے ایک استاد رکھا تھا۔ ایک دن استاد نے لڑکے کو سبق یاد نہ کرنے پر اسے سخت پیٹنا شروع کر دیا۔ لڑکا تلوار لے کر مارنے پر آمادہ ہوگیا۔ استاد بے چارہ جان بچانے کے لئے بھاگا، وہ اس کے پیچھے دوڑا۔ راستہ میں لڑکے کا باپ مل گیا۔ استاد صاحب نے سمجھا کہ اب جان بچ جائے گی۔ اس لئے اس کے پاس جاکر کہنے لگا دیکھئے آپ کا لڑکا مجھے قتل کرنا چاہتا ہے، اس کو روکئے۔ اس نے کہا کہ بھاگو مت ٹھہر جاؤ۔ میرے بیٹے کا یہ پہلا وار خالی نہ جانے پائے۔ تو کوئی بے وقوف ہی ایسا کر سکتا ہے نہ کہ عقل مند۔ پس میں جو دعاؤں کے قبول ہونے کا طریق بتاؤں گا وہ ایسا ہی ہو گا کہ جس سے خدا زیادہ دعائیں قبول کرلے گا، نہ ایسا کہ ہر ایک دعا کو قبول کرلے گا۔

پہلا طریق جس سے دعائیں قبول ہوتیں اور کثرت سے خدا تعالیٰ سنتا ہے وہ تو اس قسم کا ہے کہ ہر ایک انسان اسے اختیار نہیں کر سکتا۔ بلکہ خاص خاص انسان ہی اس پر چل سکتا ہے کیونکہ وہ انسان کے کسب سے متعلق نہیں بلکہ اس کے رتبہ اور مرتبہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس مرتبہ کا جو انسان ہوتا ہے اس کی نسبت تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ اس کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے۔ ابھی میں نے اس بات سے انکار کیا تھا کہ انسان کی ہر ایک دعا قبول نہیں ہوتی۔ مگر اب میں نے کہا ہے کہ اس مرتبہ کے انسان کی ہر ایک دعا قبول ہو جاتی ہے ان دونوں باتوں میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن جب میں یہ بتاؤں گا کہ وہ مرتبہ کیا ہے تو آپ لوگ خود بخود سمجھ جائیں گے کہ کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اگر وہ کوئی ایسی دعا مانگنے کی نیت کرے جو قبول نہ ہونے والی ہو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا تصرف ہوتا ہے کہ ان کی نیت بالکل بدل جاتی اور یہ خواہش ہی بالکل جاتی رہتی ہے کہ دعا کرے۔

میں نے اس مرتبہ اور مقام کا نام آلہ یعنی ہتھیار رکھا ہوا ہے۔ جس کے ہاتھ میں ہتھیار ہو وہ اسے جہاں چلائے چلتا ہے اور اگر وہ ہتھیار ضرب نہ لگائے تو اسکا قصور نہیں ہوتا بلکہ چلانے والے کا ہوتا ہے۔ لیکن کوئی چلانے والا یہ کبھی نہیں چاہتا کہ وہ کوئی ہتھیار چلائے اور وہ نہ چلے بلکہ وہ یہی چاہتا ہے کہ میں جہاں بھی چلاؤں وہیں چلے۔ اسی طرح انسان پر ایک ایسا وقت آتا ہے جبکہ وہ خدا کے ہاتھ میں بطور ہتھیار کے ہو جاتا ہے۔ وہ نہیں کھاتا جب تک کہ خدا اسے نہیں کھلاتا۔ وہ نہیں پیتا جب تک کہ خدا اسے نہیں پلاتا۔ وہ نہیں سنتا جب تک کہ خدا اسے نہیں سناتا۔ وہ نہیں جاگتا جب تک کہ خدا اسے نہیں جگاتا۔ وہ نہیں سوتا جب تک کہ خدا اسے نہیں سلاتا۔ غرضیکہ اس کی ہر حرکت اور ہر سکون اللہ تعالیٰ کے لئے اور اسی کے اختیار میں ہوتی ہے۔ ایسا انسان جو دعا کرتا ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ کیونکہ وہ اس کی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے اس کے کرنے کا حکم ہوتا ہے اس لئے کرتا ہے۔ اور اس کی دعا کا قبول کر لینا خدا تعالیٰ کی شان کے خلاف نہیں ہے کیونکہ جو دعا مانگی جاتی ہے وہ دراصل خدا ہی نے منگوائی ہوتی ہے۔ پس چونکہ مانگنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے اور دینے والا بھی اللہ ہی۔ اس لئے وہ ضرور قبول ہو جاتی ہے اور ممکن نہیں کہ قبول نہ ہو۔ مثال کے طور پر دیکھئے۔

جب کوئی حاکم اپنے ماتحت کام کرنے والوں کا معائنہ کرنے آتے ہیں تو ماتحت اپنی ضروریات کو ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ مثلاً فرض کرو ایک ڈپٹی کمشنر تحصیل میں آیا۔ اور تحصیلدار نے اپنی ضروریات اس کے سامنے پیش کیں کہ فلاں چیز کی ضرورت ہے، فلاں سامان خریدنا ہے، فلاں کام کروانا ہے، وغیرہ وغیرہ۔ وہ ان میں سے کچھ مان لے گا اور کچھ ردّ کر دے گا لیکن کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ ڈپٹی کمشنر خود کوئی ضرورت دیکھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ چیز بھی ہونی چاہئے اسکے لئے تحصیلدار کو کہتا ہے کہ اس چیز کی منظوری حاصل کرنے کے لئے رپورٹ کر دو۔ وہ رپورٹ کر دیتا ہے۔ اب یہ کبھی نہ ہو گا کہ ڈپٹی کمشنر اس رپورٹ کو ردّ کر دے یا نا منظور کر دے کیونکہ اس کے متعلق وہ خود کہہ گیا تھا کہ کرو۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی اپنے بندے کی زبان پر خود دعا جاری کرتا ہے۔ پس جب خود کرتا ہے تو پھر اسے ردّ نہیں کرتا۔ یہ اس بندے کے قرب اور درجہ کے اظہار کے لئے ہوتا ہے اور اگر وہ کوئی اور دعا کرنے لگے تو خدا تعالیٰ اس کے دل اور دماغ پر ایسا تصرف کر لیتا ہے کہ اس کے منہ سے وہ کلمات ہی نہیں نکلتے جو وہ نکالنا چاہتا تھا بلکہ ایسے کلمات نکلتے ہیں جو قبول ہونے والے ہوتے ہیں۔

تو ایسے انسانوں کے دعا کرنے کے دو طریق ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام یا کشف یا وحی یا رؤیا کے ذریعہ سے انہیں بتا دیا جاتا ہے کہ یہ دعا مانگو۔

دوسرا یہ کہ اگر وہ کوئی ایسی دعا مانگنے کی نیت کرے جو قبول نہ ہونے والی ہو تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایسا تصرف ہوتا ہے کہ ان کی نیت بالکل بدل جاتی اور یہ خواہش ہی بالکل جاتی رہتی ہے کہ دعا کرے۔ پھر جو الفاظ اور جو طریق اس دعا کے کرنے کے لئے اس کے مدّ نظر ہوتا ہے وہ بھول جاتا ہے اور زبان سے خدا کی طرف سے بنے بنائے الفاظ جاری ہو جاتے ہیں جس سے خود بھی حیران رہ جاتا ہے کہ میں کہنا کیا چاہتا تھا اور کہہ کیا رہا ہوں۔ اس قسم کی دعا میں وسعت بھی بہت زیادہ ہوتی ہے، اتنی کہ دو دو گھنٹے گزر جاتے ہیں مگر انسان سمجھتا ہے کہ کوئی پانچ چھ منٹ ہوئے ہونگے۔ وقت گزرتے ہوئے بھی پتہ نہیں لگتا کیونکہ وہ ایسا محو ہوتا ہے کہ اس دنیا سے اس کا دل و دماغ بالکل کھنچ جاتا ہے۔ اور صرف خدا ہی خدا اسے نظر آتا ہے۔

مگر یہ کوئی ایسا طریق نہیں ہے جس کے متعلق ہر ایک انسان کو کہہ دیا جائے کہ اس طرح کیا کرو۔ کیونکہ یہ مرتبہ سے تعلق رکھتا ہے جس کا پانا کسی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ پس جبکہ یہ انسانی اختیار میں ہی نہیں تو اس پر عمل کرنا یا کر سکنے کے کیا معنے؟ اس لئے میں یہ طریق بھی نہیں بتاؤں گا بلکہ وہ بتاؤں گا جس میں بندے کا اختیار اور تصرف ہو لیکن اس سے یہ نہیں ہوگا کہ ساری کی ساری دعائیں قبول ہو جاتی ہیں بلکہ یہ کہ زیادہ قبول ہوتی ہیں۔

خدا تعالیٰ اسی کی دعا قبول کرتا ہے جو اس کو راضی رکھتا ہے

پس سب سے پہلا طریق جو میں بتانا چاہتا ہوں وہ اسی آیت میں ہے جو میں نے ابھی پڑھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ

میرے بندے جب میری نسبت سوال کریں یعنی کہیں کہ خدا کس طرح دعا قبول کرتا ہے تو کہو فانی قریب میں سب سے بہتر مدعا کو پورا کر سکتا ہوں کیونکہ میری ایک صفت یہ بھی ہے کہ میں ہر ایک چیز کے قریب ہوں۔ دعا کرنے والے کے بھی اور جس مدعا کے لئے دعا کی جائے اس کے بھی۔

یہاں ایک سوال ہو سکتا تھا اور وہ یہ کہ ہر ایک قریب ہونے والا تو فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ ایک چپڑاسی بادشاہ کے دربار میں جاتا ہے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتا کہ کسی کرسی پر بیٹھ سکے۔ اسی طرح چتر اٹھانے والا وزیر سے بھی زیادہ بادشاہ کے قریب بیٹھا ہوتا ہے مگر کیا وہ وزیر کی کرسی پر بیٹھنے کی جرأت کر سکتا ہے؟۔ ہرگز نہیں۔ تو انسان کے خدا کے نزدیک ہونے سے یہ تو نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالیٰ اس کی دعا بھی قبول کر لے گا اور وہ اس وجہ سے فائدہ حاصل کر لے گا۔ اس کے متعلق خدا تعالیٰ نے ایک ایسا گر بتایا ہے جس میں اس سوال کا جواب بھی آ جاتا ہے اور جو عام طور پر فطرت انسانی میں کام کرتا نظر آتا ہے اور وہ یہ کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ تم میری ہر ایک بات مان لیا کرو۔ اور جو حکم ہم نے تمہارے لئے بھیجے ہیں ان پر عمل کرو۔ اور اپنے تمام حرکات و سکنات کو شریعت کے ماتحت لے آؤ تو پھر تمہاری دعا میں قبولیت بہت بڑھ جائے گی۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ خادم کو انعام اس وقت ملا کرتا ہے جبکہ آقا خوش ہوتا ہے۔

اگر کوئی خادم اپنے آقا کو ناراض کر کے مانگتا ہے تو محروم رہتا ہے اس طرح کبھی کسی کو انعام نہیں ملا کرتا کیونکہ ناراضگی کا وقت ایسا نہیں ہوتا جبکہ انعام و اکرام دیا جائے۔ چھوٹے بچوں ہی کو دیکھ لو۔ انہیں کوئی سمجھ نہیں ہوتی لیکن اگر ماں باپ سے کچھ مانگنے آئیں اور انہیں غصہ میں دیکھیں تو چپکے ہو کر الگ بیٹھ جاتے ہیں لیکن جب خوشی میں دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ چیز لے دو وہ لے دو۔ تو بچے بھی سمجھتے ہیں کہ غصہ میں ہماری بات نہیں مانی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کوئی بلا وجہ نہیں ہوا کرتی۔ اسی وقت ہوتی ہے جبکہ اس کے احکام کی خلاف ورزی کی جائے۔ پس دعا میں قبولیت حاصل کرنے کا ایک رنگ یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال پر غور کرے کہ کوئی فعل اس سے شریعت کے خلاف تو نہیں ہوگیا۔ ہر ایک کام جو وہ کرے شریعت کے ماتحت کرے جب یہ حالت پیدا ہو جائے گی تو اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔ جس طرح ایک محنتی طالب علم جو اچھی طرح سبق یاد کر کے لاتا ہو۔ استاد کے نزدیک اس کی بات زیادہ مانی جاتی ہے بہ نسبت اس لڑکے کے جو یاد کر کے نہ لاتا ہو۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر طلباء نے چھٹی لینی ہو تو جو لڑکا لائق ہو اسے استاد کے پاس بھیجتے ہیں تا کہ وہ چھٹی مانگے۔ اس کی ایک وجہ ہوتی ہے اور وہ یہ کہ طالب علم سمجھتے ہیں کہ اگر ایسے لڑکوں نے چھٹی مانگی جو سکول کا کام اچھی طرح نہیں کرتے تو استاد کہے گا کہ پڑھائی سے بچنے کے لئے چھٹی لیتے ہیں۔ اور اگر لائق لڑکے مانگیں گے تو پھر ایسا خیال نہیں کیا جائے گا۔ چونکہ استاد پہلے بھی ان پر خوش ہوتا ہے اس لئے رخصت دے دے گا۔ خدا تعالیٰ بھی اسی کی دعا قبول کرتا ہے جو اس کو راضی رکھتا ہے۔ اس لئے فرمایا فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ میرے بندوں کو چاہئے کہ اگر وہ اپنی دعاؤں کو قبول کروانا چاہتے ہیں تو میری باتیں مان لیا کریں۔ اگر یہ میرے احکام کو قبول کریں گے اور ان پر عمل کریں گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی دعائیں قبول ہو جائیں گی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے آپ کو مومن کا ولی قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے دوست اسے نہیں کہتے جو ہر ایک بات مان لے بلکہ اسے کہتے ہیں جو کچھ مانے اور کچھ منوائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو مومنوں کا ولی فرماتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی باتیں بندہ کی میں مان لیتا ہوں اور بہت سی اسے ماننی چاہئیں۔ خدا فرماتا ہے کہ جو مجھے پکارتا ہے میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ مگر اس کے قبول ہونے کا طریق یہ ہے کہ وہ بھی میری باتیں قبول کرے۔ وہ میرے احکام کو مانے پھر اسے جو تکلیفیں اور مصیبتیں پیش آئیں گی ان کو میں دور کروں گا۔ گویا خدا تعالیٰ ایک عہد کرتا ہے کہ تم میری باتیں مانو میں تمہاری مانوں گا تو دعا کے قبول ہونے کا یہ پہلا گر خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتا دیا ہے۔

خدا تعالیٰ بندہ کے یقین پر دعا قبول کرتا ہے

دوسرا گر بھی اسی آیت میں ہے اور وہ یہ کہ فرمایا وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ۔ اگر میرے بندے دعا قبول کروانا چاہتے ہیں تو اس کا دوسرا طریق یہ ہے کہ مجھ پر ایمان بھی لائیں۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ زائد الفاظ ہیں کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تمام باتیں مانے گا ضرور ہے کہ وہ ایمان بھی لائے گا اور جو ایمان نہیں لائے گا وہ مانے گا بھی نہیں۔ مثلاً جو نماز پڑھے گا، روزے رکھے گا، زکوٰۃ دے گا، حج کرے گا وہ یونہی نہیں کریگا اور نہ ہی رسمی طور پر۔ کیونکہ رسمی طور پر کرنے کی خدا تعالیٰ نے پہلے ہی نفی فرما دی ہے۔ کیونکہ پہلے یہ نہیں فرمایا کہ اگر تم شریعت کے حکموں پر عمل کرو گے تو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بلکہ لفظ ہی ایسا رکھا ہے جو شریعت پر عمل کرنا بھی ظاہر کر دیتا ہے اور رسم کے طور پر عمل کرنے کا رد بھی کر دیتا ہے۔ یعنی استجابت۔ اس کے معنے ہیں کہ ایک طرف سے آواز آئے اور دوسرا اس کو قبول کر کے

اس پر عمل کرے۔ نہ یہ کہ کسی کے اپنے نفس میں رحم اور سخاوت ہے تو وہ بھی اس کا مصداق ہو سکے اور نہ ہی رسمی یا عادت کے طور پر کوئی کام کرنا اس میں داخل ہو سکتا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میری آواز سنے اور اس پر عمل کرے اس کی دعا قبول ہوگی۔ اس طرح ایک ناقص ایمان والا شخص جو رسمی طور پر شریعت کے احکام پر عمل کرتا ہے۔ یا ایک دہریہ جو یونہی لوگوں کے ڈر سے نماز پڑھ لیتا ہے داخل نہیں ہو سکتا۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ وَلْيُؤْمِنُوا بِي کے فرمانے کا کیا مطلب ہوا۔ جب پہلے سے ہی یہ شرط موجود ہے کہ دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جبکہ استجابت ہو۔ اور استجابت اس وقت ہوتی ہے جب ایمان باللہ ہو۔ تو پھر ایمان لانے کے کیا معنی۔ استجابت جب ایمان لانے کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی تو پہلے ایمان ہونا چاہئے اور بعد میں استجابت۔ نہ کہ پہلے استجابت اور بعد میں ایمان۔ اس صورت میں ایک ظاہر بین کو اختلاف نظر آتا ہے لیکن یہ بات غلط ہے۔

یہاں خدا تعالیٰ پر ایمان لانے سے اس کی شریعت پر ایمان لانا مراد نہیں ہے بلکہ دعا کے قبول ہونے کا ایک اور گر بتایا ہے جس کے نہ سمجھنے سے بہت سے لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے اور ان کی دعائیں ردّ کی گئی ہیں۔ وہ گر یہ ہے کہ انسان شریعت کے تمام احکام پر عمل کرے اور دعائیں مانگے مگر ساتھ ہی اس بات پر ایمان بھی رکھے کہ خدا تعالیٰ دعائیں قبول کرتا ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ شریعت کے احکام پر بڑی پابندی سے عمل کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں خشیت اللہ بھی ہوتی ہے۔ بڑے خشوع و خضوع سے دعائیں بھی کرتے ہیں مگر پھر یہ کہتے ہیں کہ فلاں اتنا بڑا کام ہے اس کے متعلق دعا کہاں سنی جا سکتی ہے یا یہ کہتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں ہماری دعا خدا کہاں سنتا ہے۔ اس قسم کا کوئی نہ کوئی خیال شیطان ان کے دل میں ڈال دیتا ہے جس سے ان کی دعا میں قبولیت نہیں رہتی۔ اس نقص سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس بات پر بھی ایمان رکھو کہ جب تم ہمارے احکام پر اچھی طرح چلو گے تو میں تمہاری دعائیں قبول کرلوں گا۔ جب یہ یقین ہو تو پھر دعا قبول ہوتی ہے۔ لیکن اگر کوئی زبان سے دعا تو کرتا ہے لیکن اسے یقین نہیں کہ خدا اس کی دعا کو قبول کرے گا تو کبھی اس کی دعا قبول نہ ہو سکے گی کیونکہ خدا تعالیٰ بندہ کے یقین پر دعا قبول کرتا ہے۔ اگر کسی کو یقین ہی نہ ہو تو لاکھ ماتھا رگڑے کیونکہ جس کو خدا پر امید نہیں ہوتی اس کی دعا وہ نہیں سنتا۔

فرماتا ہے لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ

(یوسف:۸۸)

اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے کوئی ناشکرا انسان ہی ناامید ہوتا ہے ورنہ جس نے اپنے اوپر خدا تعالیٰ کے اس قدر نشان دیکھے ہوں جن کو وہ گن بھی نہیں سکتا وہ ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ میرا فلاں کام خدا نہیں کرے گا اور فلاں دعا قبول نہیں ہوگی۔ خواہ اس کی کیسی ہی خطرناک حالت ہو اور کیسی ہی مشکلات اور مصائب میں گھرا ہوا ہو پھر بھی وہ یہی سمجھتا اور یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ایک ادنیٰ سے ادنیٰ اشارہ سے بھی یہ سب کچھ دور ہو سکتا ہے اور خدا ضرور دور کرے گا۔ اور اگر اسے دعا کرتے کرتے بیس سال بھی گزر جائیں تو بھی یہی یقین رکھتا ہے کہ میری دعا ضائع نہیں جائے گی۔ اور اس وقت تک دعا کرنے سے باز نہیں رہتا جب تک کہ خدا تعالیٰ ہی منع نہ کردے کہ اب یہ دعا مت کرو۔ گو اس کی دعا قبول نہ ہو لیکن آخر کار خدا تعالیٰ کے کلام کا شرف تو حاصل ہو گیا کہ خدا نے فرمادیا کہ اب دعا نہ مانگو۔ تو جب تک خدا تعالیٰ نہ کہے اس وقت تک دعا کرنے سے نہیں رکنا چاہئے۔

تھک کر یا مایوس ہو کر دعا کرنا چھوڑ نہ دیں

دعا قبول نہ ہو تو بھی انسان کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ دعا کرنا چھوڑ دے۔ کیونکہ اگر اب قبول نہیں ہوئی تو پھر سہی، پھر سہی۔ دیکھو بعض اوقات جب بچہ ماں سے پیسہ مانگتا ہے تو اسے نہیں بھی ملتا۔ لیکن اس کے بار بار کے اصرار پر مل ہی جاتا ہے اسی طرح انسان کو کرنا چاہئے۔ اگر ایک دفعہ دعا قبول نہ ہو تو دوسری دفعہ سہی، دوسری دفعہ نہ ہو تو تیسری دفعہ سہی۔ تیسری دفعہ نہ سہی تو چوتھی دفعہ سہی حتی کہ کبھی تو ہو ہی جائے گی۔ اس لئے مانگنے سے نہیں رکنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے کہ دو قسم کے گداگر ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو دروازے پر آکر مانگنے کے لئے آواز دیتے ہیں تو کچھ لئے بغیر نہیں ٹلتے۔ ان کو نرگدا کہتے ہیں اور دوسرے وہ جو آکر آواز دیتے ہیں اگر کوئی دینے سے انکار کردے تو اگلے دروازے پر چلے جاتے ہیں۔ ان کو خرگدا کہتے ہیں۔ آپؑ فرماتے کہ انسان کو خدا تعالیٰ کے حضور خرگدا نہیں بننا چاہئے بلکہ نرگدا ہونا چاہئے اور اس وقت تک خدا کی درگاہ سے نہیں ہٹنا چاہئے جب تک کچھ مل نہ چکے۔ اس طرح کرنے سے اگر دعا قبول نہ بھی ہونی ہو تو خدا تعالیٰ کسی اور ذریعہ سے یہ نفع پہنچا دیتا ہے۔ پس دوسرا گر دعا کے قبول کروانے کا یہ ہے کہ انسان نرگدا بنے نہ کر خرگدا۔ اور سمجھ لے کہ کچھ لے کے ہی ہٹنا ہے خواہ پچاس سال ہی کیوں نہ دعا کرتا رہے یہی یقین رکھے کہ خدا میری دعا ضرور سنے گا۔ یہ خیال بھی اپنے دل میں نہ آنے دے کہ نہیں سنے گا۔ اگرچہ جس کام یا مقصد کے لئے وہ دعا کرتا ہو وہ بظاہر ختم شدہ ہی کیوں نہ نظر آئے پھر بھی دعا کرتا ہی جائے۔

پس تم اوّل تو اپنے اعمال کو شریعت کے مطابق بناؤ اور دوسرے یہ کہ خدا کے فضل اور رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو بلکہ دعا کرتے وقت یہ پختہ یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ تمہاری دعا ضرور سنے گا اور ضرور سنے گا اور اس وقت تک دعا کرتے رہو کہ خدا کی طرف سے یہ حکم نہ آجائے کہ اب یہ دعا مت مانگو۔

کہتے ہیں ایک بزرگ ہر روز دعا مانگا کرتے تھے۔ ایک دن جبکہ وہ دعا مانگ رہے تھے ان کا ایک مرید آکر پاس بیٹھ گیا۔ اسوقت ان کو الہام ہوا جو اس مرید کو بھی سنائی دیا لیکن وہ ادب کی خاطر چپکا ہو رہا اور اس کے

متعلق کچھ نہ کہا۔ دوسرے دن پھر جب انہوں نے دعا مانگنی شروع کی تو وہی الہام ہوا جسے اس مرید نے بھی سنا۔ اس دن بھی چپ رہا۔ تیسرے دن پھر وہی الہام ہوا اس دن اس سے نہ رہا گیا اس لئے اس بزرگ کو کہنے لگا کہ آج تیسرا دن ہے کہ میں سنتا ہوں ہر روز آپ کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہاری دعا قبول نہیں کروں گا۔ جب خدا تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے تو پھر آپ کیوں کرتے ہیں۔ جانے دیں۔ انہوں نے کہا، نادان! تُو تو صرف تین دن خدا کی طرف سے یہ الہام سن کر گھبرا گیا ہے اور کہتا ہے کہ جانے دو دعا ہی نہ کرو مگر مجھے تیس سال ہوئے ہیں یہی الہام سنتے لیکن میں نہیں گھبرایا۔ اور نہ ناامید ہوا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا کام قبول کرنا ہے اور میرا کام دعا مانگنا۔ تو خواہ مخواہ دخل دینے والا کون ہے؟ وہ اپنا کام کر رہا ہے میں اپنا کر رہا ہوں۔ لکھا ہے کہ دوسرے ہی دن الہام ہوا کہ تم نے تیس سال کے عرصہ میں جس قدر دعائیں کی تھی ہم نے سب قبول کر لی ہیں۔ تو اللہ سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ ناامید ہونے والے پر اللہ تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھتا ہے۔ جو شخص ناامید ہوتا ہے وہ سوچے کہ کون سی کمی ہے جو اس کے لئے خدا نے پوری نہیں کی۔ کیسے کیسے فضل اور کیسے کیسے انعام ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ پھر آئندہ ناامید ہونے کی کیا وجہ ہے؟

اللہ کی رحمت سے کبھی ناامید نہ ہو۔ اللہ کی رحمت سے کوئی ناشکرا انسان ہی ناامید ہوتا ہے ورنہ جس نے اپنے اوپر خدا تعالیٰ کے اس قدر نشان دیکھے ہوں جن کو وہ گن بھی نہیں سکتا وہ ایک منٹ کے لئے بھی یہ خیال نہیں کر سکتا کہ میرا فلاں کام خدا نہیں کرے گا اور فلاں دعا قبول نہیں ہوگی۔

پس دعا مانگنے کا ایک طریق تو یہ ہے کہ انسان اپنے اعمال کو شریعت کے مطابق کرے۔ کیوں؟۔ اس لئے کہ جس طرح ماں باپ بھی اُسی بچے کی باتیں مانتے ہیں جو ان کی مانے اور پوری پوری فرمانبرداری کرے۔ جو ان کی باتوں کی پرواہ نہیں کرتا اس کی باتوں کی وہ بھی نہیں کرتے۔ پھر استاد اسی لڑکے کی بات مانتا ہے جو محنتی اور اچھی طرح سبق یاد کرنے والا ہو۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی اپنے فرمانبردار بندوں کی نافرمان بندوں سے زیادہ مانتا ہے۔

پس تم اوّل تو اپنے اعمال کو شریعت کے مطابق بناؤ اور دوسرے یہ کہ خدا کے فضل اور رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو بلکہ دعا کرتے وقت یہ پختہ یقین رکھو کہ خدا تعالیٰ تمہاری دعا ضرور سنے گا اور ضرور سنے گا اور اس وقت تک دعا کرتے رہو کہ خدا کی طرف سے یہ حکم نہ آ جائے کہ اب یہ دعا مت مانگو۔ لیکن جب تک خدا تعالیٰ یہ کسی کو نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میں تمہاری دعا قبول نہیں کرتا اس وقت تک ہرگز ہرگز باز نہ رہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ کہنا کہ میں تمہاری دعا قبول نہیں کرتا گویا اشارۃً یہ کہنا ہے کہ اے میرے بندے تو مانگتا جا، میں گو اس وقت قبول نہیں کرتا لیکن کسی وقت ضرور کر لوں گا۔ ورنہ اگر اس کہنے سے یہ مراد نہ ہوتی بلکہ دعا کرنے سے روکنا ہوتا تو خدا تعالیٰ یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ دعا مت مانگ نہ یہ کہ میں نہیں مانوں گا۔ پس جب تک کان میں یہ الفاظ نہ پڑیں کہ "یہ دعا مت مانگ، اس کے مانگنے کی میں تمہیں اجازت نہیں دیتا" اس وقت تک نہیں رکنا چاہئے۔ اس طرح تو ان کو مطلع کیا جاتا ہے جنہیں الہام اور کشف کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور جنہیں یہ نہ ہو ان کو اس بات سے متنفر کر دیا جاتا ہے جس کے متعلق وہ دعا کرتے ہیں۔

جن پر الہام اور وحی کا دروازہ کھلا ہوتا ہے ان کو تو خدا کہہ دیتا ہے کہ ایسا مت کرو لیکن جن کے لئے نہیں ہوتا ان کے دل میں نفرت پیدا کر دی جاتی ہے اس لئے وہ خود ہی اس دعا کے مانگنے سے باز رہ جاتے ہیں۔ اس کا نام مایوسی نہیں بلکہ ان کا یہ تو یقین ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارا فلاں مقصد پورا کر سکتا ہے اور ہمیں فلاں چیز دے سکتا ہے۔ لیکن ہم خود ہی اسے نہیں لینا چاہتے۔ پس اگر کسی کے دل میں دعا مانگتے ہوئے اس چیز سے نفرت پیدا ہو جائے تو اسے بھی دعا کرنا چھوڑ دینا چاہئے ورنہ نہیں رکنا چاہئے خواہ قبولیت میں کتنا ہی عرصہ کیوں نہ لگ جائے۔ بعض دفعہ دعا کرتے کرتے کچھ ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں کہ اگر دعا قبول ہو جائے تو اس سے شریعت کا کوئی حکم ٹوٹتا ہے اس سے بھی سمجھ لینا چاہئے کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ اس دعا سے باز رہنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کے دعا کو قبول کرنے سے انکار کرنے کا یہ بھی ایک طریق ہے یعنی بجائے قول کے خدا تعالیٰ کا فعل سامنے آ جاتا ہے اس لئے اس کے کرنے سے رک جانا چاہئے۔ تو دعا کرنے سے رکنے کے تین پہلو ہیں۔

*۔۔۔اول یہ کہ الہام یا کشف ہو جائے کہ یہ دعا مت کرو۔ یا ہماری طرف سے اس کے کرنے کی اجازت نہیں۔

*۔۔۔دوم یہ کہ جس مقصد کے حصول کے لئے دعا کی جائے اس سے نفرت پیدا ہو جائے۔

*۔۔۔سوم یہ کہ جس بات کے لئے دعا کی جائے وہ شریعت کے محذورات کے ساتھ وابستہ ہو جائے۔

اگر ان تینوں حالتوں میں سے کوئی حالت بھی نہ ہو تو دعا کرنے سے کبھی نہیں رکنا چاہئے۔ اور کبھی مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ یہی سمجھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ جو مانگنے کا موقعہ دیا ہوا ہے اس میں مانگتا ہی جاؤں تا کہ یہ ضائع نہ جائے۔ جب کوئی اس طرح کرے گا تو ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی دعا یا تو قبول کر لے گا یا ان تینوں طریقوں میں سے کسی سے اسے روک دے گا۔ (ان تینوں کے علاوہ ابھی تک اور کوئی روک میری سمجھ میں نہیں آئی) لیکن اگر روک بھی دے تو کیا دعا مانگنے کا یہ تھوڑا فائدہ اور نفع ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ساتھ مکالمہ و مخاطبہ کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اسے اس قابل سمجھا کہ مخاطب کرے۔

آج میں دعا کے قبول ہونے کے صرف یہی دو طریق بتاتا ہوں۔ اور بھی ہیں مگر وقت تنگ ہو رہا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی تو اگلے جمعہ میں ان کو انشاء اللہ بیان کر دوں گا۔

(الفضل ۲۹/ جولائی 1916ء۔ بحوالہ خطبات محمود جلد ۵)

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 15/ جنوری 1999ء تا 21 جنوری 1999ء)

(جاری ہے)
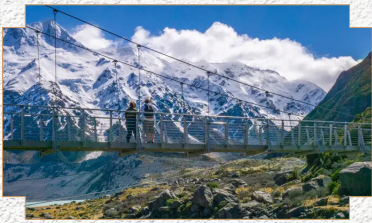
بلند ہمت مومن

ہمت نہیں ہارنی چاہیے۔ ہمت اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔ اور مومن بڑا بلند ہمت ہوتا ہے۔ اور اسے ہر وقت خدا تعالیٰ کے دین کی نصرت اور تائید کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ اور کبھی بزدلی ظاہر نہ کرنی چاہیے۔ بزدلی منافق کا نشان ہے۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 294-295)

تقویٰ اور عرفانِ الٰہی کا حصول

توصیف احمد۔ مربی سلسلہ، بیلجیئم

معزز قارئین کرام خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں تقویٰ کی اہمیت، تقویٰ کی وجہ سے ہونے والے انعامات اور غیر متقیوں کے انجام غرض ہر پہلو پر روشنی ڈال دی ہے تقویٰ کا ذکر قرآن کریم میں کم و بیش 242 بار آیا ہے۔ابھی شروع میں جس آیت کریمہ کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے وہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ الاعمران کی آیات نمبر۱۰۳ میں فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کے تقویٰ کا حق ہے اور ہر گز نہ مرو مگر اِس حالت میں کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

تقویٰ کیا ہے

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تقویٰ کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تقویٰ کا مطلب ہے نفس کو خطرے سے محفوظ کرنا اور شرعی اصطلاح میں تقویٰ کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جو انسان کو گناہگار بنا دے۔

تقویٰ کیا ہے؟ جیسا کہ خاکسار نے شروع میں ذکر کیا کہ تقویٰ کا ذکر بے شمار جگہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ پس اگر ہم اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اس کی روح کو سمجھ لیں تو پھر ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے بن جائیں گے۔ اور ہماری دنیا و آخرت سنورنے کے سامان ہو جائیں گے۔ ہم بہت خوش قسمت ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی موعودؑ کو مانا ہے جنہوں نے بار بار اور بے شمار جگہ ہمیں قرآنی حکم کے مطابق تقویٰ کی اہمیت اور اس پر چلتے ہوئے اپنی زندگیاں گزارنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شعر کا یہ مصرع بنایا کہ

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے

تو الہاماً اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس شعر کا دوسرا مصرع عطا فرمایا کہ

اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

متقیوں کے سردار اور رہبر کامل رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں: تقویٰ اور پرہیز گاری اختیار کرو تو سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔

(ابن ماجہ کتاب الزہد باب الورع والتقویٰ)

حصولِ تقویٰ کے لیے دعا

آنحضرت ﷺ نے حصول تقویٰ کی بڑی خوبصورت دعا بھی ہمیں سکھلائی جو آپؐ اکثر پڑھا کرتے تھے، دعا کے مسنون الفاظ کچھ یوں ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى۔

”اے اللہ میں تجھ سے ہدایت و تقویٰ کا طالب ہوں۔“

(مسلم کتاب الذکر باب الورع والتقویٰ)

ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے:

”چاہیئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا... یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے۔“

(کشتی نوح۔ صفحہ 12 تا 15)

صالح انسان کی نشانی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کو بیان فرماتے ہوئے کہ انسان کے متقی ہونے کے لئے صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ وہ عبادت کرنے والا ہو یا صرف حقوق اللہ کی ادائیگی کر رہا ہو بلکہ آپ نے یہ بیان فرمایا کہ متقی وہ ہے جس کا اخلاقی معیار بھی اعلیٰ ہو اور وہ اپنے اخلاق سے دوسروں پر اپنی نیکی اور تقویٰ کا اثر قائم کرے۔ چنانچہ آپ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: "اخلاق انسان کے صالح ہونے کی نشانی ہے"۔

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 128۔ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

جیسا کہ حضور نے فرمایا کہ صرف نمازیں پڑھ لینا کافی نہیں ہے، اخلاق بھی اچھے ہونے لازمی، بیوی پر ظلم کر رہا ہے، بچوں کے حقوق ادا نہیں کر رہا۔

دنیاوی محبتوں سے کلیتاً اجتناب

تقویٰ کا اعلیٰ مقام انسان کو ایسے ہی بیٹھے ہوئے حاصل نہیں ہو سکتا، اسکی کے لئے قربانیاں دینی پڑتی ہیں، اپنے نفس کی، اپنی خواہشات کی۔ اسکے لئے جد و جہد کرنی پڑتی ہے۔ دنیاوی محبت کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ انسان دو کشتیوں میں سوار ہو۔

دنیا کو چھوڑنا کوئی نئی چیز نہیں ہے جسکا ہم سے مطالبہ کیا جارہا ہے، بلکہ اس کے نمونہ ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ میں ملتے ہیں۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے صحابہ میں قربِ الٰہی کی دولت پانے والوں کی ایک کثیر تعداد نظر آتی ہے جن سے خدا تعالیٰ بولتا اور قدم قدم پر ان کی مدد اور راہنمائی فرماتا تھا۔

بلند و ارفع تقویٰ کا نمونہ

مسجد اقصیٰ قادیان میں ایک دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے کچھ صحابہ جمع تھے۔ حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ شہید بھی وہاں موجود تھے۔ کسی ضرورت کے پیش نظر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ذرا باہر گئے۔ اتنے میں حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ تشریف لائے اور خالی جگہ دیکھ کر حضرت صاحبزادہ صاحب کی جگہ پر بیٹھ گئے۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب واپس آئے تو کچھ غصہ کے انداز میں کہا کہ مولوی صاحب آپ کو معلوم نہیں کہ دوسرے کی جگہ پر نہیں بیٹھنا چاہیئے! حضرت مولوی صاحب اس جگہ سے اٹھنے ہی والے تھے کہ فوراً صاحبزادہ صاحب نے کہا: نہیں نہیں آپ بیٹھے رہیں۔ ابھی ابھی مجھے الہام ہوا ہے کہ

"اللہ کے پیارے بندوں سے نہیں جھگڑتے"

(بحوالہ الحکم 28 اکتوبر 1909)

یہ مقام حاصل کرنے کے لئے اپنے اوپر موت وارد کرنی پڑتی ہے۔

سچی راحت و خوشی تقویٰ کی مرہونِ منت ہے

اسلام میں حقیقی زندگی ایک موت چاہتی ہے جو تلخ ہے۔ لیکن جو اُس کو قبول کرتا ہے آخر وہی زندہ ہوتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ انسان دنیا کی خواہشوں اور لذّتوں کو ہی جنّت سمجھتا ہے حالانکہ وہ دوزخ ہے اور سعید آدمی خدا کی راہ میں تکالیف کو قبول کرتا ہے اور وہی جنّت ہوتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا فانی ہے اور سب مرنے کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ آخر ایک وقت آجاتا ہے کہ سب دوست، آشنا، عزیز و اقارب جدا ہو جاتے ہیں۔ اس وقت جس قدر ناجائز خوشیوں اور لذّتوں کو راحت سمجھتا ہے وہ تلخیوں کی صورت میں نمودار ہو جاتی ہیں۔ سچّی خوشحالی اور راحت تقویٰ کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور تقویٰ پر قائم ہونا گویا زہر کا پیالہ پینا ہے۔ متقی کے لیے خدا تعالیٰ ساری راحتوں کے سامان مہیا کر دیتا ہے وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۳ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق،4-3) پس خوشحالی کا اصول تقویٰ ہے۔ لیکن حصولِ تقوی کیلئے نہیں چاہئے کہ ہم شرطیں باندھتے پھریں۔ تقویٰ اختیار کرنے سے جو مانگو گے ملے گا۔ خدا تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ تقویٰ اختیار کرو جو چاہو گے وہ دے گا۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 90 ایڈیشن 1988ء)

آیت کا ترجمہ: اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے اس کے لئے نجات کی کوئی راہ بنا دے گا اور وہ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔

جب انسان دنیا کی محبت کو ٹھکرا کر اپنے خدا کو گلے لگا لیتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اپنے اس بندے کو کبھی نہیں چھوڑتا اور اسکی ہر ضرورت اور خواہش کا خیال رکھتا ہے۔

دین کو دنیا پر فوقیت اور تقویٰ کا نمونہ

دو واقعات پیش کرتا ہوں: حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ اپنی خود نوشت سوانح "حیات قدسی" میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار اخراجات کے لئے رقم نہیں تھی اور بہت پریشانی تھی۔ دفتر سے حکم ملا کہ دہلی اور کرنال جانے کے لئے تیار ہو کر دفتر میں آجائیں۔ آپؓ کی اہلیہ نے کہا کہ لمبے سفر پر جا رہے ہیں اور گھر میں گزارہ کے لئے کوئی انتظام نہیں۔ تو آپؓ نے فرمایا "میں سلسلہ کا حکم ٹال نہیں سکتا کیونکہ میں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے"۔ پھر آپؓ نے گھر کی حالت سامنے رکھ کر نہایت تضرّع سے دعا کی اور روانہ ہونے کے لئے دروازہ کی طرف قدم بڑھا دیئے کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ باہر کھڑے ہوئے شخص نے بتایا کہ کسی نے سو روپیہ بھیجا ہے۔ آپؓ نے فرمایا "میں تو اب گھر سے تبلیغی سفر کے لئے نکل پڑا ہوں۔ بازار سے ضروری سامان خورونوش لینا ہے، وہ آپ میرے گھر پہنچا دیں کیونکہ میرا اب دوبارہ گھر میں جانا مناسب نہیں"۔ چنانچہ آپؓ نے بازار سے سامان خرید کر انہیں دیا اور بقیہ رقم بھی اُن کے ہاتھ گھر بھجوا دی۔

ندائے غیب اور تقویٰ

حضرت مولوی فضل دین صاحب نے بیان فرمایا کہ: "ایک دن حضرت مولانا غلام رسول صاحبؓ راجیکی مجھے ہمراہ لے کے ایک پھل فروش سے پھل خریدنے لگے۔ میرا دل چاہا کہ انگور بھی خریدیں۔ انہوں نے کئی قسم کے پھل خریدے لیکن انگور نہ خریدے اور چل پڑے۔ تھوڑی دور جا کر یکدم پلٹے اور پھر پھل فروش کی دوکان پر جا کر انگور خریدے اور گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں آپ نے مجھ سے فرمایا کہ "اگر انگور ہی لینے تھے تو خود ہی کہہ دیا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سے کیوں کہلوایا؟"

(بحوالہ روزنامہ الفضل جنوری 1995)

وہ اب بھی بولتا ہے

دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ ان بزرگان کے ساتھ باتیں کرتا ہے۔ چلتے پھرتے الہامات ہو رہے ہیں۔ اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے قربانی تو کرنی پڑے گی۔ لوگ کہتے ہیں خدا تعالیٰ ہم سے باتیں ہی نہیں کرتا۔

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

ویسا ہی سلوک کرتا ہوں جیسا وہ میرے بارے میں گمان کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ میرا ذکر کرتا ہے۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے مجلس میں یاد کرتا ہے تو مَیں اس سے بہتر مجلس میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور اگر وہ میری طرف بالشت بھر بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے میں اس کی طرف دو ہاتھ بڑھتا ہوں۔ اور اگر وہ میری طرف چلتے ہوئے آتا ہے تو مَیں دوڑتے ہوئے اس کی طرف جاتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب التوحید۔ باب قول اللہ تعالیٰ ویحذرکم اللہ...)

تقویٰ کی حفاظت و نگہبانی

جب انسان تقویٰ کے اعلیٰ مقام کو حاصل کر لیتا ہے، تو پھر اسکی ہر وقت حفاظت بھی بہت ضروری ہے۔ دعاؤں سے استغفار سے، شیطان ہر وقت آپکو پھسلانے کی کوشش کرے گا۔ ہر وقت ورغلائے گا۔ اسکی حفاظت کس طرح سے کی جاتی ہے۔ اس کا واقعہ آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ انہیں ایک بار ایک مخلص احمدی کے اصرار پر رات ان کے ہاں گزارنے کا موقع ملا۔ اتفاق سے اس دوست کو ایک بہت

ضروری کام کے لئے گھر سے باہر جانا پڑا۔ جاتے ہوئے اس نے اپنے گھر میں میری مہمان نوازی کے متعلق مناسب تلقین کردی۔ جب وہ گھر سے باہر چلا گیا تو اس کی بیوی نے جو بہت خوبصورت اور نوجوان تھی دروازہ کے پیچھے سے مجھے آواز دی کہ میں آپ کا جسم دبانے کے لئے اندر آنا چاہتی ہوں۔ کیا اجازت ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا کہ دیکھو غیر محرم مرد کو ہاتھ لگانا سخت گناہ ہے اس لئے آپ اپنے کمرہ میں رہیں اور میرے قریب آنے کی جرات نہ کریں۔ اس پر اس عورت نے پھر اپنی غلطی پر اصرار کیا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔

آخر جب میں نے یہ محسوس کیا کہ یہ عورت اپنے بد ارادہ سے باز نہیں آئے گی تو میں نے وضو کیا۔ پاس ہی مصلی پڑا تھا۔ اس پر نماز پڑھنی شروع کردی اور نماز کے رکوع وسجود کو اتنا لمبا کیا کہ اس حالت میں صبح ہوگئی۔ اس کے بعد میں نے صبح کی نماز ادا کی اور پھر مجھے اتنی نیند آئی کہ میں جائے نماز پر ہی سو گیا اور سوتے میں خواب میں دیکھا کہ میرا منہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہے اور ایک فرشتہ مجھے یہ کہتا ہے کہ یہ تمام فضل تیرے اِس مجاہدہ اور خشیۃُاللہ کی وجہ سے ہوا ہے اور اِس وجہ سے کہ آج رات تو نے تقویٰ شعاری سے گذاری ہے!

(بحوالہ حیاتِ قدسی حصہ دوم صفحہ 38)

یہ واقعہ ہمیشہ یاد رکھنے کے لائق ہے۔ اس میں ایسا درسِ نصیحت ہے جو قربِ الٰہی کی نعمت عطا کرتا ہے!

روحانی نعمت کا عظیم الشان انعام

قارئین، میرے مضمون کا دوسرا حصہ حصولِ عرفانِ الٰہی اس کے بھی بے شمار طریق ہیں، لیکن اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں ایک ایسی روحانی نعمت عطا فرمائی ہے جو کسی اور جماعت کو نصیب نہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی قائم کردہ خلافت احمدیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دور میں اس عالمگیر خلافت کا روحانی تاج سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک سر پر رکھا ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ

ایک عالَم جل رہا ہے دھوپ میں بے سائباں
شکر ہے مولیٰ! ہمیں یہ سایہ رحمت ملا

خلافت احمدیہ ایک روحانی سائبان ہے۔ خلیفہ وقت کا بابرکت وجود ایک عالمگیر روحانی مقناطیس ہے جس کی روحانی کشش اور فیض کا دائرہ دنیا کے 215 ملکوں کے کروڑوں احمدیوں تک پھیل چکا ہے اور دن بدن پھیلتا چلا جا رہا ہے وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران :104) کے مطابق ساری دنیا کے احمدی خلافتِ احمدیہ کے بابرکت سایہ میں عالمگیر وَحدت کا بے مثل نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

عالمگیر فتوحات وانعامات کی بارش

اے سننے والو سنو کہ آج ہمارے پیارے امام کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ مقام حاصل ہے کہ آپ کا وجود ساری دنیا میں ایسا مقدس ترین وجود ہے جس کو قبولیت دعا کا اعجازی نشان دیا گیا ہے اور آپ پر خدائی تائیدات اور فتوحات کی بارش دن رات برستی ہے۔ ان عالمگیر فتوحات کے دائرے لحظہ بہ لحظہ وسیع تر ہوتے جاتے ہیں اور قبولیتِ دعا کے عینی شاہدین بھی ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں!

قربِ الٰہی پانے کا عظیم الشان ذریعہ

میں اعلیٰ اعلان کہتا ہوں کہتا ہوں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ہمارے اِس زمانہ میں حَبْلُ اللّٰہ کے حقیقی مصداق ہیں اور اس دور میں اللہ تعالیٰ کے اِس محبوب ترین اور مقدس ترین وجود سے روحانی تعلق پیدا کرنا قربِ الٰہی پانے کا ایک قطعی اور یقینی ذریعہ ہے۔ آج خلیفۂ وقت کے دامن سے وابستہ ہونا حَبْلُ اللّٰہ تھامنے کے مترادف ہے۔ خلافتِ احمدیہ وہ حَبْلُ اللّٰہ ہے جو بندہ کو اللہ تعالیٰ سے ملاتی ہے۔ پس خوش نصیب ہیں ہم کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں یہ وسیلہ عطا فرمایا ہے جو قربِ الٰہی پانے کا ایک جیتا جاگتا ذریعہ ہے!

ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں

تقویٰ کے ناپیدا کنار سمندر کے چند قطرات اور حصول عرفانِ الٰہی کی چند مثالیں پیش کرنے کے بعد میں اپنی گزارشات کا اختتام حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کے بابرکت الفاظ سے کرتا ہوں جن میں آپ نے اپنے درختِ وجود کی سرسبز شاخوں کو، ہاں! ہم سب کو مخاطب کرتے ہوئے قربِ الٰہی کے حوالہ سے ایک زندگی بخش پیغام دیا ہے جو خاص توجہ سے سننے والا اور ہمیشہ یاد رکھنے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: "کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوب صورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے۔ تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22-21)

آخر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاکیزہ کلام سے چند ایک اشعار پیش کرتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں:

رنگِ تقویٰ سے کوئی رنگت نہیں ہے خوب تر
ہے یہی ایماں کا زیور، ہے یہی دیں کا سنگھار
وہ دُور ہیں خدا سے جو تقویٰ سے دُور ہیں
ہر دم اسیرِ نخوت وکبر و غرور ہیں
تقویٰ یہی ہے یارو کہ نخوت کو چھوڑ دو
کبرو غرور و بخل کی عادت کو چھوڑ دو

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے، اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

پھر آپ فرماتے ہیں: "ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ سے تم قبول کئے جاؤ۔۔۔ تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کی توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں"

(الوصیت۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309-308)

اللہ تعالیٰ ہم کو تقویٰ کے بلند معیار حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

دفتری معاملات امانت ہیں

سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

"جماعت کا ہر کارکن یہ بات یاد رکھے کہ اگر کسی دفتر میں کسی عہدیدار کے پاس کوئی معاملہ آتا ہے یا کسی کارکن کے علم میں کوئی معاملہ آتا ہے چاہے وہ ان کی نظر میں انتہائی چھوٹے سے چھوٹا معاملہ ہو۔ وہ اس کے پاس امانت ہے اور اس کو حق نہیں پہنچتا کہ اس سے آگے یہ معاملہ لوگوں تک پہنچے۔ یہ ایک راز ہے، ایک امانت ہے۔"

(خطبہ جمعہ 8/ اگست 2003ء)

تذکرہ خلفائے راشدین

تحریر: شہریار اکبر۔ مربی سلسلہ بیلجیئم

شدید درد اور تکلیف میں حیرت انگیز صبر و تحمل

آنحضرت ﷺ جب ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکلے اور غار ثور میں پناہ گزین ہوئے تو اس غار کے تمام سوراخ اگرچہ نہایت احتیاط کے ساتھ بند کر دیے گئے تاہم ایک سوراخ باقی رہ گیا۔ آنحضرت ﷺ، حضرت ابو بکر کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرمارہے تھے کہ اتفاقاً اس سوراخ میں سے ایک زہریلے سانپ نے سر نکالا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے محبوب آقا کے آرام میں کوئی معمولی خلل بھی گوارا نہ کرتے ہوئے اپنی جان کو خطرہ میں ڈال کر خوشی اور مسرت کے جذبات سے اس سوراخ پر پاؤں رکھ دیا جس پر سانپ نے کاٹ لیا۔ زہر اثر کرنے لگا مگر آپ نے پھر بھی حضور کے آرام کا اس قدر خیال رکھا کہ اف تک نہ کی۔ اور معمولی سی معمولی حرکت بھی آپ سے سرزد نہ ہوئی۔ تا آنحضرت ﷺ کے آرام میں خلل نہ آئے۔ لیکن درد کی شدت بے قرار کر رہی تھی۔ اس لیے آنکھوں سے آنسو گر گئے۔ جن کا ایک قطرہ آنحضرت ﷺ کے رخسار مبارک پر گرا۔ آپ کی آنکھ کھل گئی اور دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے لعاب دہن اس مقام پر لگایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے زہر دور ہو گیا۔

(زرقانی جلد 1 صفحہ 335)

دربارِ خلافت اور ضبط و تحمل کی عمدہ مثال

حضرت خلیفہ اولؓ حضرت عمرؓ کے دربار کا ایک واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ”حضرت عمرؓ کے دربار میں ایک امیر آیا۔ اس نے اس بات کو بہت مکروہ سمجھا کہ ایک دس برس کا لڑکا بھی بیٹھا ہے کہ ایسی عالیشان بارگاہ میں لونڈوں کو کیا کام؟ اتفاق سے حضرت عمرؓ اس امیر کی کسی حرکت پر ناراض ہوئے۔ جلاد کو بلایا۔ وہی لڑکا پکار اٹھا۔ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ (آل عمران: 135) اور پڑھا وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ۔ (الاعراف: 200) اور کہا هٰذَا مِنَ الْجَاهِلِيْنَ۔ حضرت عمرؓ کا چہرہ زرد ہو گیا اور خاموش رہ گئے۔ اس وقت اس کے بھائی نے ”یعنی اس شخص کے بھائی نے جو بول رہا تھا“ کہا۔ دیکھا اسی لونڈے نے تمہیں بچایا ہے جس کو تم حقیر سمجھتے تھے۔“

(حقائق الفرقان جلد دوم صفحہ 122)

سعید فطرت دل اور حق شناسی

آپؓ کے قبول اسلام کے بارے میں یزید بن رُومان روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت طلحہ بن عُبید اللہؓ دونوں حضرت زُبیر بن عوامؓ کے پیچھے پیچھے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان دونوں کے سامنے اسلام کا پیغام پیش کیا اور انہیں قرآن کریم پڑھ کر سنایا اور انہیں اسلام کے حقوق کے بارے میں آگاہ کیا اور ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی عزت و اکرام کا وعدہ کیا۔ اس پر وہ دونوں، حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ ایمان لے آئے اور آپؐ کی تصدیق کی۔ پھر حضرت عثمانؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں حال ہی میں ملک شام سے واپس آیا ہوں۔ جب ہم مَعَانؔ اور زَرْقَاءمقام کے درمیان پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ مَعَان اردن کے جنوب میں حجاز کی حدود کے قریب ایک شہر ہے اور زرقاء یہ معان کے ساتھ ہی واقع ہے۔ بہرحال کہتے ہیں وہاں ہم پڑاؤ کیے ہوئے تھے اور ہم سوئے ہوئے تھے کہ ایک منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ اے سونے والو! جاگو۔ یقیناً احمد مکہ میں ظاہر ہو چکا ہے۔ پھر جب ہم واپس پہنچے تو ہم نے آپؐ کے بارے میں سنا۔ حضرت عثمانؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دارِ اَرقم میں داخل ہونے سے پہلے قدیمی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الجزء الثالث صفحہ 31، عثمان بن عفان، داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء) (مجم

تذکرہ خلفائے احمدیت

تحریر: شہریار اکبر۔ مربی سلسلہ بیلجیئم

تکلیف و درد میں احباب جماعت کی فکر اور احساس

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ 18 نومبر 1910ء بروز جمعہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کی کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑے سے گرنے کے نتیجہ میں زخمی ہوگئے۔ یہ واقعہ پوری جماعت کے لیے ایک دل ہلا دینے والا حادثہ تھا جس نے سب ہی کو تڑپا دیا اور جوں جوں دوستوں کو یہ خبر پہنچی وہ دیوانہ وار اپنے محبوب آقا کی عیادت کے لیے کھنچے چلے آئے تو عورتوں اور مردوں کا اژدہام ہوگیا۔ احباب جماعت کی پریشانی دیکھ کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عورتوں کو پیغام بھجوایا کہ میں اچھا ہوں میں گھبراتا نہیں اور نہ میرا دل ڈرتا ہے۔ وہ سب اپنے گھروں کو چلی جائیں اور اپنا نام لکھوادیں۔ میں ان کے لیے دعا کروں گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسی حالت میں بھی اپنی تکلیف اور درد کے بجائے اپنی قوم کے دکھ اور درد کا احساس غالب رہا۔

(الحکم 28 نومبر 1910ء)

باپ بیٹے سے بڑھ کر جماعت کے لیے ہمدردی

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔ میں دیانت داری سے کہہ سکتا ہوں کہ لوگوں کے لیے جو اخلاص اور محبت میرے دل میں میرے اس مقام پر ہونے کی وجہ سے جس پر خدا نے مجھے کھڑا کیا ہے اور جو ہمدردی اور رحم میں اپنے دل میں پاتا ہوں وہ نہ باپ کو بیٹے سے ہے اور نہ بیٹے کو باپ سے ہو سکتا ہے۔ (الفضل 4 اپریل 1924ء صفحہ 7) جب سعودی، عراقی، شامی اور لبنانی، ترکی، مصری اور یمنی سو رہے ہوتے ہیں میں ان کے لیے دعا کر رہا ہوتا ہوں۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1955ء صفحہ 9) کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے۔ کوئی بھی فرق نہیں۔ لیکن نہیں ایک بہت بڑا فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ تمہارے لیے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ سمجھنے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لیے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لیے نہیں ہے۔ تمہارا اسے فکر ہے، درد ہے اور وہ تمہارے لیے اپنے مولیٰ کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کا ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا۔ لیکن کیا تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔ پس تمہاری آزادی میں تو کوئی فرق نہیں آیا ہاں تمہارے لیے ایک تم جیسے ہی آزاد پر بڑی ذمہ داریاں عائد ہوگئی ہیں۔

(برکات خلافت انوار العلوم جلد دوم صفحہ 158)

دوسروں کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے قبولیت دعا کے نشان کی التجا

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔ ”اے جان سے زیادہ عزیز بھائیو! میرا ذرہ ذرہ آپ پر قربان کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے جماعتی اتحاد اور جماعتی استحکام کا وہ اعلیٰ نمونہ دکھانے کی توفیق عطا کی کہ آسمان کے فرشتے آپ پر ناز کرتے ہیں۔ آسمانی ارواح کے سلام کا تحفہ قبول کرو۔ تاریخ کے اوراق آپ کے نام کو عزت کے ساتھ یاد کریں گے اور آنے والی نسلیں آپ پر فخر کریں گی کہ آپ نے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس بندہ ضعیف اور ناکارہ کے ہاتھ پر متحد ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ قیام توحید اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کے قیام اور غلبہ اسلام کے لیے جو تحریک اور جو جدوجہد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شروع کی تھی اور جسے حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے آرام کھو کر، اپنی زندگی کے ہر سکھ کو قربان کر کے اکناف عالم تک پھیلایا ہے آپ اس جدوجہد کو تیز سے تیز کرتے چلے جائیں گے۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں اور میں ہمیشہ آپ کی دعاؤں کا بھوکا ہوں۔ میں نے آپ کے تسکین قلب کے لیے، آپ کے بار کو ہلکا کرنے کے لیے، آپ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے، اپنے رب رحیم سے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے اور مجھے پورا یقین اور بھروسہ ہے اس پاک ذات پر کہ وہ میری اس التجا کو رد نہیں کرے گا۔

(حیات ناصر صفحہ: 374)

سیرتِ صحابہ کرامؓ

(حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم)

تحریر: شہریار اکبر۔ مربی سلسلہ بیلجیئم

غزوہ اُحد کے قریب زمانہ میں دس صحابہ کو بے قصور ظالمانہ طور پر موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ مگر کسی نے صداقت سے منہ نہ موڑا۔ ان میں سے ایک صحابی حضرت خبیبؓ نے شہادت سے قبل دو نفل ادا کئے اور یہ شعر پڑھتے ہوئے تختہ دار کو چوم لیا۔

لست ابالی حین اقتل مسلماً۔ علی ای جنب کان للہ مصرع وذالك فی ذات الالہ وان یشا۔ یبارك علیٰ اوصال شلو ممزع

یعنی جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاؤں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر گرتا ہوں۔ میری یہ سب قربانی اللہ کی رضا کے لئے ہے۔ وہ اگر چاہے گا تو میرے ریزہ ریزہ اعضاء میں بھی برکت ڈال دے گا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی)

ربّ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا

اسی زمانہ میں ستر صحابہ کو دھوکہ سے تبلیغ کے بہانے بلایا گیا مگر انتہائی سفاکی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ ان کے سردار حضرت حرام بن ملحانؓ کو پشت کی طرف سے نیزہ مارا گیا جو جسم سے پار ہوگیا۔ جب خون کا فوارہ پھوٹا تو حضرت حرامؓ نے اس سے چلو بھر کر منہ اور سر پر پھیرا اور فرمایا: فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَة کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع)

دعوتِ تبلیغ اور شہادت کا جذبہ

حضرت عروہ بن مسعود ثقفیؓ نے 9 ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قوم کی طرف واپس جانے کی اجازت چاہی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز میں انکار کیا مگر ان کے اصرار پر اجازت دے دی۔ وہ عشاء کے وقت اپنی قوم کے پاس پہنچے اور جب ان کے قبیلہ ثقیف کے لوگ ان سے ملنے کے لئے آئے تو حضرت عروہ بن مسعود نے انہیں اسلام کی طرف دعوت دی۔ مگر انہوں نے حضرت عروہؓ پر الزام لگائے اور بہت نازیبا کلمات کہے اور واپس چلے گئے۔ مگر وہ حضرت عروہؓ کی موت کا فیصلہ کر چکے تھے۔ صبح فجر کے وقت حضرت عروہؓ نے اپنے گھر کے صحن میں کھڑے ہو کر اذان دی تو ایک بدبخت وہاں پہنچا اور تیر سے انہیں شہید کر دیا۔

(مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 615 کتاب معرفۃ الصحابہ مکتبہ النصر الحدیثہ۔ ریاض)

قید و بند کی سزا اور صلیب پر شہادت

حضرت فروہ بن عمروؓ فلسطین کے علاقہ میں معان اور قرب و جوار میں قیصر روم کے عامل تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو بغیر کسی پس و پیش کے اسلام لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند تحائف بھی بھجوائے۔ جب قیصر روم کو ان کے اسلام لانے کی اطلاع ہوئی تو انہیں دربار میں بلایا اور قید کر دیا اور جب اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو انہیں صلیب پر لٹکا کر شہید کر دیا مگر حضرت فروہ نے جادہ حق سے ہٹنا گوارا نہ کیا۔

(شرح زرقانی علی المواہب اللدنیہ جلد 4 صفحہ 44 مطبع از ہریہ مصریہ۔ طبع اولی 1327ھ)

(الفضل انٹرنیشنل 13 تا 19 جنوری 1995ء صفحہ 13، سیرت المہدی)

آخری زمانہ

خدا نے اس آخری زمانہ کے بارہ میں جس میں تمام قومیں ایک ہی مذہب پر جمع کی جائیں گی صرف ایک ہی نشان بیان نہیں فرمایا بلکہ قرآن شریف میں اَور بھی کئی نشان لکھے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ کہ۔۔۔۔ اس کے ذریعہ سے ملاقاتوں کے طریق سہل ہو جائیں گے۔ اور ایک یہ کہ دنیا کے باہمی تعلقات آسان ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو بآسانی خبریں پہنچا سکیں گے۔

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۸۳)

البلدان از اکرغلام جیلانی برق صفحہ 320، معجم البلدان جلد 3 صفحہ 472 الزرقاء دار الکتب العلمیۃ بیروت)

نوائے حق اور قبول اسلام

حضرت علیؓ کے قبول اسلام کے بارے میں ابن اسحاق سے یہ روایت ہے کہ حضرت علی بن ابوطالب حضرت خدیجہؓ کے اسلام لانے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے ایک دن بعد آئے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو حضرت علیؓ نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اللہ کا دین ہے جو اس نے اپنے لیے چن لیا ہے اور رسولوں کو اس کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پس میں تمہیں اللہ اور اس کی عبادت کی طرف اور لات اور عزیٰ کے انکار کی طرف بلاتا ہوں۔ اس پر حضرت علیؓ نے آپؐ سے کہا یہ ایسی بات ہے جس کے بارے میں آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا۔ میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کر سکتا جب تک ابوطالب سے اس کا ذکر نہ کر لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند فرمایا کہ آپؐ کے اعلان نبوت سے پہلے یہ راز کھل جائے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ اے علی! اگر تم اسلام نہیں قبول کرتے تو اس بات کو پوشیدہ رکھو۔ پس حضرت علیؓ نے وہ رات گزاری پھر اللہ نے حضرت علیؓ کے دل میں اسلام کو داخل کر دیا اور اگلی صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے محمدؐ! رات کو آپ نے میرے سامنے کیا چیز پیش فرمائی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس بات کی شہادت دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور لات اور عزیٰ کا انکار کرو اور اللہ تعالیٰ کے شریکوں سے براءت کا اظہار کرو۔ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا اور اسلام قبول کر لیا۔ حضرت علیؓ ابوطالب کے خوف سے پوشیدہ طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتے تھے اور انہوں نے اپنا اسلام مخفی رکھا۔

(اسد الغابۃ جلد 4 صفحہ 89-88 علی بن ابی طالب۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

"ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے جوڑیں"

اس زمانے میں ٹی وی کا سب سے بہتر استعمال تو ہم احمدی کر رہے ہیں یا جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔ میں نے جلسے کے دنوں میں بھی توجہ دلائی تھی اور اُس کا بعض لوگوں پر اثر بھی ہوا اور انہوں نے مجھے کہا کہ پہلے ہم ایم ٹی اے نہیں دیکھا کرتے تھے، اب آپ کے کہنے پر، توجہ دلانے پر ہم نے ایم ٹی اے دیکھنا شروع کیا ہے تو افسوس کرتے ہیں کہ پہلے کیوں نہ اس کو دیکھا، کیوں نہ ہم اس کے ساتھ جڑے۔ بعضوں نے یہ اظہار کیا کہ ہفتہ دس دن میں ہی ہمارے اندر روحانی اور علمی معیار میں اضافہ ہوا ہے۔ جماعت کے بارے میں ہمیں صحیح پتہ چلا ہے۔ میں یاد دہانی کروا رہا ہوں، اس طرف بہت توجہ کریں، اپنے گھروں کو اس انعام سے فائدہ اٹھانے والا بنائیں جو اللہ تعالیٰ نے ہماری تربیت کے لئے ہمارے علمی اور روحانی اضافے کے لئے ہمیں دیا ہے تا کہ ہماری نسلیں احمدیت پر قائم رہنے والی ہوں۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنے آپ کو ایم ٹی اے سے جوڑیں۔ اب خطبات کے علاوہ اور بھی بہت سے لائیو پروگرام آ رہے ہیں جو جہاں دینی اور روحانی ترقی کا باعث ہیں وہاں علمی ترقی کا باعث ہیں۔

(خطبہ جمعہ ۱۸/اکتوبر ۲۰۱۳ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل ۸/نومبر ۲۰۱۳ء)

سیرتِ صحابہ کرامؓ

(سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ)

تحریر: شہریار اکبر۔ مربی سلسلہ بیلجیئم

اہلیہ کا زیور اور مالی قربانی

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی تھے۔ آپ 1863ء میں پیدا ہوئے اور آپ کو 26 سال کی عمر میں 23 مارچ 1889ء کو حضرت اقدسؑ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آپ دل و جان سے حضرت اقدس مسیح موعودؑ پر فدا تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ایک دفعہ ایک کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں فرمایا کہ کپور تھلہ کی جماعت اس کی اشاعت کا خرچ برداشت کرے۔ حضرت منشی صاحب نے فوراً جا کر اپنی اہلیہ محترمہ کا زیور فروخت کیا اور خود ہی اشاعت کا خرچ برداشت کیا۔

(313، اصحاب صدق و صفا صفحہ 36)

مسیح کا حکم اور ماہانہ تنخواہ

حضرت اقدسؑ کے ایک صحابی حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ تھے۔ آپ 1866ء میں پیدا ہوئے اور 26 سال کی عمر میں 1892ء میں بیعت کا شرف حاصل کیا۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے۔ آپ کی بیٹی حضرت رشیدہ بیگم صاحبہ (المعروف حضرت محمودہ بیگم) حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عقد میں آئیں اور ام ناصر تھیں۔ آپ کو جماعت کے لئے غیر معمولی مالی قربانی کی توفیق ملی یہاں تک کہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے ان کو تحریری سند دی کہ آپ کو قربانی کی ضرورت نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے گورداسپور میں مقدمہ کے وقت مالی تحریک فرمائی تو جس دن انہیں تنخواہ ملی اسی دن اس مالی تحریک کا علم ہوا اور ساری تنخواہ 450 روپے حضرت اقدس کی خدمت میں بھیج دیئے۔ کسی دوست نے گھر کی ضرورت کے لئے کچھ پیسے رکھنے کا کہا تو جواب دیا کہ ”خدا کا مسیح کہتا ہے کہ دین کے لئے ضرورت ہے۔ تو پھر اور کس کے لئے رکھ سکتا ہوں“۔

(313 اصحاب صدق و صفا صفحہ 204)

فدائیِ سلسلہ کی وفات پر حضورؑ کی گواہی

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت میاں محمد خان صاحب کپور تھلوی تھے۔ آپ 1860ء میں پیدا ہوئے اور 29 سال کی عمر میں 23 مارچ 1889ء کو حضرت اقدسؑ کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ جب حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے بیٹے بشیر اول کی وفات ہوئی تو آپ نے صدمہ سے ان جذبات کا اظہار کیا کہ ”اگر میری ساری اولاد بھی مرجاتی اور ایک بشیر جیتا تو کچھ رنج نہ تھا“۔ حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ نے اس موقع پر فرمایا کہ ”یہ شخص تو ہم سے بھی آگے نکل گیا ہے“۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت میاں محمد خان صاحبؓ کی اس فدائیت کی گواہی آپؓ کی وفات پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو الہام کی صورت میں اس طرح دی کہ الہام ہوا ”اہل بیت میں سے کسی شخص کی وفات ہوئی ہے“

مجلس میں بیٹھے حاضرین کو تعجب ہوا۔ دریں اثناء مجلس میں حضرت میاں محمد خاں صاحبؓ کی وفات کی خبر ملی تو حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ یہ الہام انہی کے بارہ میں تھا۔ آپ کی وفات یکم جنوری 1904ء کو ہوئی۔

(313، اصحاب صدق و صفا صفحہ 34)

بچے کا انتقال اور حضورؑ کے الفاظ

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک صحابی حضرت سید عزیز الرحمٰن صاحبؓ تھے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ”میرا ایک لڑکا تھا جو کافی بڑا ہو گیا تھا اور وہ کھیلتا پھرتا تھا مگر میں نے اس کا نام نہیں رکھا تھا۔ میری نیت یہ تھی کہ میں اسے قادیان لے کر جاؤں گا اور حضرت صاحب سے اس کا نام رکھواؤں گا۔ کوئی اسے کسی نام سے پکارتا تھا کوئی اور کسی نام سے۔ ان دنوں صاحبزادہ سید عبد اللطیف صاحب کی تازہ ہی شہادت ہوئی تھی۔ حضورؑ کی مجلس میں صاحبزادہ صاحب کا ہی ذکر ہو رہا تھا۔ نیر صاحب نے یہ کہہ کر بچہ پیش کیا کہ حضور یہ سید عزیز الرحمٰن صاحب کا بچہ ہے۔ حضور اس کا کوئی نام تجویز فرمائیں۔ حضور نے اس محبت کی وجہ سے جو حضور کو شہید مرحوم کے ساتھ تھی فرمایا: اس کا نام عبد الطیف رکھ دو۔ میں (سید عزیز الرحمٰن) اس کو شہید کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ اس کی ماں اس بات پر چیں بجبیں ہوتی تھی۔ خدا کی قدرت کچھ عرصہ بعد اس کا ہیضہ سے انتقال ہو گیا۔ اس وقت حضور کی خدمت میں عرض کی گئی کہ اسے مقبرہ بہشتی میں دفن کر دیا جائے؟ مگر حضور نے فرمایا کہ دوسرے قبرستان میں دفن کر دو۔ وہ لڑکا شہید ہے۔ اس طرح حضور کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہوئے“

(الفضل انٹرنیشنل 13 تا 19 جنوری 1995ء
صفحہ 13، سیرت المہدی)

شرائطِ بیعت

ازارشاداتِ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”۔۔۔۔ تمہیں باربار ہدایت کروں کہ ہرقسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔۔۔“

تحریر: حافظ جہانزیب قریشی

فسق وفجور سے اجتناب کرو

اسی طرح: ”یہ وہ امور اور وہ شرائط ہیں جو میں ابتداء سے کہتا چلا آیا ہوں ۔ میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہوگا کہ ان تمام وصیتوں کے کار بند ہوں اور چاہئے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو۔ اور یاد رکھو کہ ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے ۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگزر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو ۔ اور کسی پر ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو۔ اور جذبات نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا کوئی مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو۔ اور اگر کوئی جہالت سے پیش آوے تو سلام کہہ کر ایسی مجلس سے جلد اٹھ جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ اور گالیاں دیئے جاؤ اور تمہارے حق میں برے برے لفظ کہے جائیں تو ہوشیار رہو کہ سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسا کہ وہ ہیں ۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بناوے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راستبازی کا نمونہ ٹھہرو ۔ سو اپنے درمیان

سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے ۔ جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیز گاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا ۔ سو تم ہوشیار ہو جاؤ ۔ تم پنجوقتہ نماز اور اخلاقی حالت سے شناخت کئے جاؤ گے اور جس میں بدی کا بیج ہے وہ اس نصیحت پر قائم نہیں رہ سکے گا“ ۔

(اشتہار مورخہ 29 مئی 1898 تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ 42۔43)

خیانت نہ کرو

پھر خیانت کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا۔

(النساء:108)

اور ان لوگوں کی طرف سے بحث نہ کر جو اپنے نفسوں سے خیانت کرتے ہیں ۔ یقیناً اللہ سخت خیانت کرنے والے گنہگار کو پسند نہیں کرتا۔

ایک حدیث میں ہے ۔ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا ۔ جو تمہارے پاس کوئی چیز امانت کے طور پر رکھتا ہے اس کی امانت اسے لوٹا دو۔ اور اس شخص سے بھی ہرگز خیانت سے پیش نہ آؤ جو تم سے خیانت سے پیش آچکا ہے۔

(ابوداؤد ۔ کتاب البیوع ۔ باب فی الرجل یاخذ حقہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : ” دوسری قسم ترک شر کے اقسام میں سے وہ خلق ہے جس کو امانت و دیانت کہتے ہیں۔ یعنی دوسرے کے مال پر شرارت اور بدنیتی سے قبضہ کر کے اس کو ایذا پہنچانے پر راضی نہ ہونا۔ سو واضح ہو کہ دیانت اور امانت انسان کی طبعی حالتوں میں سے ایک حالت ہے ۔ اسی واسطے ایک بچہ شیر خوار بھی جو بوجہ اپنی کم سنی اپنی طبعی سادگی پر ہوتا ہے اور نیز بباعث صغر سنی ابھی بری عادتوں کا عادی نہیں ہوتا اس قدر غیر کی چیز سے نفرت رکھتا ہے کہ غیر عورت کا دودھ بھی مشکل سے پیتا ہے“ ۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی ۔ روحانی خزائن جلد 10 ص 344)

فساد سے بچو

پھر فساد کے بارہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَابۡتَغِ فِیۡمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ وَلَا تَنۡسَ نَصِيۡبَكَ مِنَ الدُّنۡيَا وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ وَلَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِى الۡاَرۡضِ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ۔

(القصص:78)

اور جو کچھ اللہ نے تجھے عطا کیا ہے اس کے ذریعے دار آخرت کمانے کی خواہش کر اور دنیا میں سے بھی اپنا معیّن حصہ نظر انداز نہ کر اور احسان کا سلوک کر جیسا کہ اللہ نے تجھ سے احسان کا سلوک کیا اور زمین میں فساد (پھیلانا) پسند نہ کر۔ یقیناً اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

حضرت معاذ بن جبل ؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جنگ دو طرح کی ہے۔ ایک وہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے امام کی اطاعت میں کی جاتی ہے۔ ایسا شخص اپنا اچھا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اور اپنے شریک سفر کے لئے سہولت پیدا کرتا ہے اور فساد سے اجتناب کرتا ہے۔ پس ایسے شخص کا سونا جاگنا تمام مستوجب اجر ہے۔ اور ایک وہ شخص ہوتا ہے جو فخر کے لئے اور دکھاوے کے لئے اور اپنی بہادری کے قصے سنانے کے لئے لڑتا ہے۔ ایسا شخص امام کی نافرمانی کرتا ہے اور زمین میں فساد پھیلاتا ہے۔ پس ایسا شخص اوپر والے شخص کا ہم پلّہ ہو کر نہیں لوٹتا۔

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب فیمن یغزو و یلتمس

حضرت اسماءؓ بنت یزید روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں تم میں سے بہترین لوگوں کے بارہ میں تم کو نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ! ضرور بتائیں۔ اس پر رسول ﷺ نے فرمایا: جب وہ کوئی اچھا منظر دیکھتے ہیں تو ذکر الٰہی میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا: کیا میں تم کو شریر ترین افراد سے نہ آگاہ کروں؟ شریر ترین لوگ وہ ہیں جو چغل خوری کی غرض سے چلتے پھرتے ہیں۔ محبت کرنے والوں کے درمیان بگاڑ پیدا کر دیتے ہیں۔ اور فرمانبردار لوگوں کے بارہ میں ان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ گناہ میں مبتلا ہو جائیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 ص 459 مطبوعہ بیروت)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تمہیں چاہیے کہ وہ لوگ جو محض اس وجہ سے تمہیں چھوڑتے اور تم سے الگ ہوتے ہیں کہ تم نے خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ میں شمولیت اختیار کر لی ہے ان سے دنگہ یا فساد مت کرو بلکہ ان کے لئے غائبانہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی وہ بصیرت اور معرفت عطا کرے جو اس نے اپنے فضل سے تمہیں دی ہے۔ تم اپنے پاک نمونہ اور عمدہ چال چلن سے ثابت کر دکھاؤ کہ تم نے اچھی راہ اختیار کی ہے۔ دیکھو میں اس امر کے لئے مامور ہوں کہ تمہیں بار بار ہدایت کروں کہ ہر قسم کے فساد اور ہنگامہ کی جگہوں سے بچتے رہو اور گالیاں سن کر بھی صبر کرو۔ بدی کا جواب نیکی سے دو اور کوئی فساد کرنے پر آمادہ ہو تو بہتر ہے کہ تم ایسی جگہ سے کھسک جاؤ اور نرمی سے جواب دو۔۔۔۔۔

جب میں سنتا ہوں کہ فلاں شخص اس جماعت کا ہو کر کسی سے لڑا ہے۔ اس طریق کو میں ہرگز پسند نہیں کرتا اور خدا تعالیٰ بھی نہیں چاہتا کہ وہ جماعت جو دنیا میں ایک نمونہ ٹھہرے گی وہ ایسی راہ اختیار کرے جو تقویٰ کی راہ نہیں ہے۔ بلکہ میں تمہیں یہ بھی بتا دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ یہاں تک اس امر کی تائید کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس جماعت میں ہو کر صبر اور برداشت سے کام نہیں لیتا تو وہ یاد رکھے کہ وہ اس جماعت میں داخل نہیں ہے۔ نہایت کار اشتعال اور جوش کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ مجھے گندی گالیاں دی جاتی ہیں تو اس معاملہ کو خدا کے سپرد کر دو۔ تم اس کا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ میرا معاملہ خدا پر چھوڑ دو۔ تم ان گالیوں کو سن کر بھی صبر اور برداشت سے کام لو“۔

(ملفوظات جلد چہارم ص 157 جدید ایڈیشن)

(جاری ہے)

انجیر کھایا کرو

... ایک نسخہ کا روایت میں یوں ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انجیر کھایا کرو۔ پھلوں میں سے بڑا اچھا پھل ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ جنت سے ایک پھل نازل ہوا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ انجیر جنت سے آنے والا ایسا پھل ہے جس میں گٹھلی نہیں ہے۔ پس اس کو کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر کے مرض کو دور کرتا ہے اور نقرس (Gout) کے مرض میں بھی نفع بخشتا ہے۔ جن کو گاؤٹ کے مرض کی تکلیف ہوتی ہے اس کے لیے بھی اچھا ہے۔

(کنز العمال)

حکایت

مذکور ملفوظات از حضرت مسیح موعودؑ

قصر نماز

فرمایا:’’ حکام کا دورہ سفر نہیں ہوسکتا۔وہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے باغ کی سیر کرتا ہے۔ خواہ مخواہ قصر کرنے کا تو کوئی وجود نہیں۔اگر دوروں کی وجہ سے انسان قصر کرنے لگے تو پھر یہ دائمی قصر ہو گا جس کا کوئی ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے۔ حکام کہاں مسافر کہلا سکتے ہیں۔ سعدیؒ نے بھی کہا ہے۔ ؎

مُنعِم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و خوابگاہ ساخت

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 311 ایڈیشن 1984ء)

تفصیل:اس حصہ ملفوظات میں آمدہ فارسی شعر شیخ سعدی کا ہے جو کہ گلستان سعدی کے تیسرے باب میں ایک طویل حکایت میں آیا ہے۔ حکایت مع شعر ذیل میں درج ہے۔

حکایت:ایک پہلوان کا قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تنگدستی کی وجہ سے پریشان تھا اس لیے اپنے والد سے سفر کی اجازت چاہی کہ شاید قوت بازو سے کسی مقصد کا دامن پکڑ لے۔ باپ نے کہا اے بیٹے !ناممکن خیال کو دل سے نکال دے۔اور قناعت کر کے سلامتی کے گوشہ میں بیٹھ جا۔اس لیے کہ عقلمندوں نے کہا ہے۔ دولت کوشش سے حاصل نہیں ہوتی۔اور اس کی تدبیر صبر کرنا ہے۔بیٹا نہ مانا اور سفر کے فائدے بیان کرنے لگا۔باپ نے کہا بیٹا !جیسا کہ تو نے کہا سفر کے منافع بے شمار ہیں۔ لیکن سفر پانچ قسم کے آدمیوں کے لیے مناسب ہے۔اولاً تو اس تاجر کے لیے جو باوجود دولت اور قدرت کے غلام اور لونڈیاں رکھتا ہے۔وہ ہر روز ایک شہر میں اور ہر شب ایک نئی جگہ قیام کرتا ہے۔اور ہر لحظہ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔(ازاں بعد مذکورہ شعر)

مُنْعِمْ بکُوہ و دَشْت و بِیَابَاں غَرِیبْ نِیْسْت
ہَر جَا کہ رَفْت خَیْمِہ زَدْ و بَارْ گَاہ سَاخْت

ترجمہ: دولتمند پہاڑ، جنگل اور بیابان میں مسافر نہیں ہے۔ جہاں بھی گیا خیمہ لگایا اور دربار سجا لیا۔

جبکہ وہ شخص جس کو دنیا کی مراد پر قدرت نہیں ہے وہ اپنے وطن میں بھی مسافر اور اجنبی ہے۔ دوسرا عالم ہے کہ وہ جہاں بھی پہنچتا ہے لوگ اس کی خدمت میں پیش قدمی کرتے اور عزت کرتے ہیں۔

تیسرا وہ خوبصورت کہ صاحبدلوں کا دل اس کے میل جول کی طرف جھکے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے تھوڑا سا حسن بہت سے مال سے بہتر ہے۔لوگ اس کی صحبت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور اس کی خدمتگاری اپنے اوپر احسان سمجھتے ہیں۔چوتھا وہ خوش آواز کہ داؤدی گلے کے ذریعہ پانی کو بہنے اور پرند کو اُڑنے سے روک دے۔اس فضیلت کے باعث لوگ مشتاق ہوتے ہیں کہ اس کی خدمت کریں۔پانچواں وہ پیشہ ور جو بازو کی کمائی سے گزارے کے موافق حاصل کرے تاکہ لقمہ کے لیے آبرو برباد نہ ہو۔

یہ باتیں جو میں نے بیان کی ہیں اے بیٹا !سفر میں دل جمعی اور زندگی کے لطف کا سبب ہیں اور وہ شخص جو ان سب سے خالی ہے وہ باطل خیال لے کر جہان میں جاتا ہے اور پھر کوئی شخص اس کا نام ونشان نہیں سنتا۔بیٹے نے باپ کی ایک نہ سنی اور اجازت لے کر سفر پر روانہ ہوگیا۔سفر کے آغاز میں ہی ان مشکلات اور مصائب کا سامنا ہونا شروع ہوگیا جن کا باپ نے ذکر کیا تھا...بالآخر لمبے عرصہ کی تکالیف اٹھا کر زندگی اور موت کی کشمش میں مبتلا بڑی مشکل سے واپس گھر پہنچا...

ملفوظات اور گلستان کے شعر کے دوسرے مصرع میں صرف ایک لفظ کا فرق ہے ملفوظات کے شعر میں ’’خوابگاہ‘‘، ’’سونے کی جگہ ‘‘جبکہ گلستان کے شعر میں ’’بار گاہ‘‘، ’’دربار‘‘ کے الفاظ ہیں۔

فقہ المسیحؑ

(از سیدنا حضرت مسیح موعودؑ)

باآواز بلند اپنی زبان میں دعا

ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور امام اگر اپنی زبان میں (مثلاً اُردو میں) باآواز بلند دُعا مانگتا جائے اور پچھلے آمین کرتے جاویں تو کیا یہ جائز ہے جبکہ حضور کی تعلیم ہے کہ اپنی زبان میں دعائیں نماز میں کر لیا کرو۔ فرمایا:۔

دعا کو باآواز بلند پڑھنے کی ضرورت کیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تو فرمایا:۔ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً (الاعراف:56) اور دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (الاعراف:206)

عرض کیا کہ قنوت تو پڑھ لیتے ہیں۔ فرمایا:۔

ہاں ادعیہ ماثورہ جو قرآن و حدیث میں آچکی ہیں وہ بے شک پڑھ لی جاویں۔ باقی دعائیں جو اپنے ذوق وحال کے مطابق ہیں وہ دل ہی میں پڑھنی چاہئیں۔

(بدر یکم اگست 1907ء صفحہ 12)

جہراً دعائیں پڑھنا

حضرت مفتی محمد صادق صاحب تحریر کرتے ہیں کہ جب ابتدا میں میں قادیان گیا اور مسجد مبارک میں صرف تین چار نمازی ہوا کرتے تھے اور حافظ معین الدین صاحب مرحوم نماز پڑھایا کرتے تھے۔ جب حضرت مولوی نورالدین صاحب ہجرت کر کے ... قادیان آگئے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں اپنی مساجد میں پیش امام بنایا اور وہی نمازیں پڑھاتے رہے۔ لیکن اُس کے بعد جب حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم بھی ہجرت کر کے قادیان آگئے تو حضرت مولوی نورالدین صاحب نے انہیں نماز کے واسطے آگے کر دیا اور پھر جب تک وہ زندہ رہے وہی پیش امام رہے۔ لیکن گاہے گاہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام طبیعت کی کمزوری کے سبب مسجد مبارک میں ہی جمعہ بھی پڑھ لیتے تھے اور چونکہ مسجد مبارک میں سب لوگ سما نہ سکتے تھے۔ اس واسطے جمعہ مسجد اقصیٰ میں بھی بدستور ہوتا اور مسجد اقصیٰ میں حضرت مولوی نورالدین صاحب جمعہ پڑھاتے تھے اور مسجد مبارک میں حضرت مولوی عبد الکریم صاحب جمعہ پڑھاتے تھے اور گاہے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب باہر گئے ہوئے ہوتے اور حضرت مولوی محمد احسن صاحب قادیان میں موجود ہوتے تو مسجد مبارک میں وہ جمعہ پڑھاتے۔ جب حضرت مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم ہجرت کر کے قادیان چلے آئے تو وہی پیش امام نماز کے ہوتے رہے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اپنی قراءت میں ہمیشہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ سے پہلے بالجہر پڑھتے تھے اور فجر اور مغرب اور عشاء کی آخری رکعت میں بعد رکوع عموما بلند آواز میں بعض دُعائیں مثلاً رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ اور رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا الخ اور اللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِينَ مُحَمَّدٍ الخ اور اَللّٰهُمَّ اَيِّدِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ بِالْإِمَامِ الْحَكَمِ الْعَادِلِ وغیرہ پڑھا کرتے تھے اور حضرت مولوی صاحب کی عدم موجودگی میں جب کہ وہ سفر پر ہوں یا نماز میں کسی وجہ سے نہ آسکیں۔ مولوی حکیم فضل الدین صاحب مرحوم اور گاہے عاجز راقم کو یا کسی اور صاحب کو امامت کے واسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام حکم فرماتے تھے۔ حضور خود کبھی پیش امام نہ بنتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول ہمیشہ پیش امام رہے۔

(ذکر حبیب از حضرت مفتی محمد صادق صاحب صفحہ 22، 23)

سجدہ میں قرآنی دعائیں پڑھنا کیوں منع ہے؟

سوال:۔ سجدہ میں قرآنی دعاؤں کا پڑھنا کیوں ناجائز ہے جبکہ سجدہ انتہائی تذلل کا مقام ہے؟

حضرت خلیفہ المسیح الثانی اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:۔

میرا تو یہی عقیدہ رہا ہے کہ سجدہ میں قرآنی دعاؤں کا پڑھنا جائز ہے لیکن بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک ایسا حوالہ ملا جس میں آپ نے سجدہ کی حالت میں قرآنی دعاؤں کا پڑھنا ناجائز قرار دیا ہے۔ اسی طرح مسند احمد بن حنبل میں بھی اسی مضمون کی ایک حدیث مل گئی لیکن اگر میرے عقیدے کے خلاف یہ امور نہ ملتے تب بھی یہ دلیل میں معقول قرار نہ دیتا کہ سجدہ جب انتہائی تذلل کا مقام ہے تو قرآنی دعاؤں کا سجدہ کی حالت میں پڑھنا جائز ہونا چاہئے۔ امام مالک کا عقیدہ تھا کہ سمندر کی ہر چیز حلال ہے ایک دفعہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا سمندر میں سور بھی ہوتا ہے کیا اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ آپ نے فرمایا سمندر کی ہر چیز کھانی جائز ہے مگر سور حرام ہے۔ اس نے بار بار یہی سوال کیا مگر آپ نے فرمایا میں اس سوال کا یہی جواب دے سکتا ہوں کہ سمندر کی ہر چیز حلال ہے مگر سور حرام ہے۔ یہی جواب میں دیتا ہوں کہ سجدہ بے شک تذلل کا مقام ہے مگر قرآن کریم کی چیزیں، اس کی دعائیں سجدہ کی حالت میں نہیں پڑھنی چاہئیں۔ دعا انسان کو نیچے کی طرف لے جاتی ہے اور قرآن انسان کو اوپر کی طرف لے جاتا ہے۔ اس لئے قرآنی دعاؤں کا سجدہ کی حالت میں مانگنا ناجائز ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک بات مل گئی تو پھر اس کے خلاف طریق اختیار کرنا درست نہیں گو وہ ہماری عقل میں نہ ہی آئے۔

(الفضل 16 اپریل 1944، صفحہ 2-1)

مالی قربانی کی اہمیت و ثمرات

از ارشاداتِ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

”۔۔۔۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہیئے جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے۔ خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلہ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے وہ منافق ہے۔۔“

تحریر: محمد عثمان قمر۔ جرمنی

بخل اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے

”میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ بخل اور ایمان آل ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ جو شخص سچے دل سے خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے۔ وہ اپنا مال صرف اس مال کو نہیں سمجھتا کہ اس کے صندوق میں بند ہے۔ بلکہ وہ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن کو اپنے خزائن سمجھتا ہے اور امساک اس سے اس طرح دور ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ روشنی سے تاریکی دور ہو جاتی ہے۔ اور یقیناً سمجھو کہ صرف یہی گناہ نہیں کہ میں ایک کام کیلئے کہوں اور کوئی شخص میری جماعت میں سے اس کی طرف کچھ التفات نہ کرے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ بھی گناہ ہے کہ کوئی کسی قسم کی خدمت کر کے یہ خیال کرے کہ میں نے کچھ کیا ہے۔۔۔۔۔“

(تبلیغ رسالت جلد دہم۔ 56-55)

خدا تمہیں بلاتا ہے

”ہم خدا کی حمد کرتے ہیں اور اس کے رسول پر درود بھیجتے ہیں جو کریم اور امین ہے اور اس کے آل پر درود بھیجتے ہیں جو طیب اور طاہر ہیں اور نیز اس کے اصحاب پر جو کامل تکمیل ہیں۔ وہ اصحاب جو خدا تعالیٰ کی راہ میں دوڑے اور دنیا اور مافیہا سے کنارہ کیا اور خدا کی طرف دوسروں سے بکلی توڑ کر جھک گئے۔ بعد اس کے اے دوستو! تمہیں معلوم ہو خدا تم پر رحم کرے کہ خدا کی طرف سے ایک بلانے والا تمہارے پاس اپنے وقت پر آیا ہے اور خدا کے رحم نے صدی کے سر پر تمہاری دستگیری کی اور تم پہلے اس بلانے والے کا انتظار پیاسوں کی طرح یا بھوکوں کی طرح کر رہے تھے سو وہ خدا کے فضل سے آگیا تا ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے تھے اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے اور اس کو حکم ہے کہ تم کو صدق اور ایمان کی طرف بلاوے اور معرفت کی راہوں کی طرف تمہیں ہدایت کرے اور ہر ایک امر جو جزا کے دن تمہیں کام آوے سمجھائے۔ پس اس نے تمہیں وہ حقائق اور معارف سکھلا دیئے کہ تم خود بخود ان کو نہیں جان سکتے تھے اور خدا تعالیٰ کی حجت تم پر پوری کر دے اور تمہیں بینا بنایا اور تم نے وہ دیکھا جو تمہارے پہلے باپ دادوں نے نہیں دیکھا تھا اور وہ نور اور یقین تم کو ملا جو انہیں نہیں ملا تھا۔ پس خدا کی نعمتوں کو رد مت کرو اور غافل مت ہو۔ اور

میں تم میں ایسے لوگ بھی دیکھتا ہوں جنہوں نے اپنے خدا کا ایسا قدر نہیں کیا جو کرنا چاہیئے تھا۔ اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لائے ۔ کیا یہ لوگ خدا پر احسان کرتے ہیں اور سب احسان خدا کے ہی ہیں اگر یہ جانتے ہوں ۔ اس کیلئے عزت اور بزرگی ہے۔ اگر تم قبول نہیں کرو گے تو وہ تم سے اپنا منہ پھیر لے گا اور ایک اور قوم لائے گا اور تم اس کا کچھ بھی حرج نہیں کر سکو گے اور یہ خدا کے دن ہیں اور اس کی حجتوں کے دن۔ پس خدا سے اور اس کے دنوں سے ڈرو اگر متقی ہو۔ اور عنقریب تم خدا کی طرف واپس کئے جاؤ گے اور پوچھے جاؤ گے اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہارے ساتھ تمہارے مال اور املاک جائیں گے پس ہوش میں آجاؤ اور جاہل مت بنو۔ اور اپنے مالوں کے ساتھ اور جانوں کے ساتھ خدا کی راہ میں کوشش کرو اور اطاعت کرتے ہوئے کھڑے ہو۔

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ خدا تم سے راضی ہو جائے گا حالانکہ ابھی تم نے وہ کام نہیں کئے جو صادقوں کے کام ہیں ۔ تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچو گے جب تک کہ وہ چیزیں خرچ نہیں کرو گے جو تمہیں پیاری ہیں۔ کیا سبب جو تم نہیں سمجھتے ۔ کیا تم ہمیشہ زندہ چھوڑے جاؤ گے اور نہیں مرو گے۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہیں متنبہ کروں ۔ پس جان لو کہ خدا تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور خدا تمہیں بلاتا ہے تا اپنے مالوں اور جانوں کی کوششوں کے ساتھ تم اس کی مدد کرو۔ پس کیا تم فرمانبرداری اختیار کرو گے اور جو تم میں سے خدا کی مدد کرے گا خدا اس کی مدد کرے گا۔ اور جو کچھ اس نے خدا کو دیا خدا کچھ زیادہ کے ساتھ اس کو واپس دے دے گا اور وہ سب محسنوں سے بہتے محسن ہے۔ سو اٹھو لوگو اور چاہیئے کہ ایک دوسرے پر سبقت لے جائے اور خدا جانتا ہے ان کو جو سبقت لے جائیں گے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور بیعت کے ہاتھ اور اپنے عہد کی رعایت رکھی اور اچھے کام کئے پھر ترقیات کرتے رہے پھر استقامت اختیار کی ان کے لئے مغفرت اور رزق بزرگ اور خدا کی رضا ہے اور وہی سچے مومن ہیں اور وہی ہیں جو خدا کے نیک بندوں میں سے ہیں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 151 تا 153)

اپنی عزیز اور پیاری چیزوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرو

"۔۔۔۔۔۔ بے کار اور نکمی چیزوں کے خرچ سے کوئی آدمی نیکی کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ پس یہ امر ذہن نشین کر لو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نص صریح ہے۔ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا۔ اگر تکلیف اٹھانا نہیں چاہتے اور حقیقی نیکی کو اختیار کرنا نہیں چاہتے تو کیونکر کامیاب اور بامراد ہو سکتے ہو؟ کیا صحابہ کرام مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو ان کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کے حاصل کرنے کیلئے کسی قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تو پھر کہیں جا کر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہو سکتی ملتا ہے۔ پھر خیال کرو کہ رضی اللہ عنہم کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولا کریم کی رضامندی کا نشان ہے کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟ بات یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ کی رضامندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے۔ حاصل نہیں ہو سکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ خدا ٹھگا نہیں جاتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ! جو رضائے الٰہی کے حصول کیلئے تکلیف کی پرواہ نہ کریں۔ کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 131)

مَن انصاری الی اللہ

"۔۔۔۔۔۔ ہماری جماعت کے اکثر افراد سقیم الحال اور نادار اور عیالدار ہیں گو خدا کی راہ میں صدق دل سے خدمت کیلئے حاضر ہو جانا ایک ایسا مبارک امر ہے جو در حقیقت اور تمام مشکلات اور آفات کا علاج ہے۔ پس جس کو یقین ہے کہ خدا برحق ہے اور دین و دنیا میں اس کی عنایات کی حاجت ہے اس کو چاہیئے کہ اس مبارک موقع کو ہاتھ سے نہ دے اور بخل کے دِق میں مبتلا ہو کر اس ثواب سے محروم نہ رہے۔ اس عالی سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے وہی لائق ہے جو ہمت بھی عالی رکھتا ہو اور نیز آئندہ کیلئے ایک تازہ اور سچا عہد خدا تعالیٰ سے کر لے کہ وہ حتی الوسع بلاناغہ ہر ایک مہینہ میں اپنی مالی امداد سے ان دینی مشکلات کے رفع کرنے کیلئے سعی کرتا رہے گا۔ یہ منافقانہ کام ہے کہ اگر کوئی مصیبت پیش آوے تب خدا اور اہلِ خدا یاد آجائیں اور جب آرام اور امن دیکھیں تو لاپرواہ ہو جائیں ۔ خدا غنی بے نیاز ہے اس سے ڈرو اور اس کا فضل پانے کیلئے اپنے صدق کو دکھلاؤ۔ خدا تمہارے ساتھ ہو۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم 166-165)

آخری فیصلہ

"یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید کہلاتے ہیں، یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں ۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا انہیں سے پیوند ہے یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہتیرے ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں ۔ سو ہر ایک شخص کو چاہیئے کہ اس نئے انتظام کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے مگر چاہیے کہ اس میں لاف گزاف نہ ہو۔ جیسا کہ پہلے بعض سے ظہور میں آیا کہ اپنی زبان پر وہ قائم نہ رہ سکے ۔ سو انہوں نے خدا کا گناہ کیا جو عہد کو توڑا۔ اب چاہیے کہ ہر ایک شخص سوچ سمجھ کر اس قدر ماہواری چندہ کا اقرار کرے جس کو وہ دے سکتا ہے۔ گو ایک پیسہ ماہواری ہو۔ مگر خدا کے ساتھ فضول گوئی اور دروغ گوئی کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہیئے جو اپنے نفس پر کچھ ماہواری مقرر کر دے۔ خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلہ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے وہ منافق ہے اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں رہ نہیں سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کیلئے قبول کرتا ہے۔ اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشتہر کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپرواہ جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 469-468)

انصار ڈائجسٹ

احمدی مصنّفین کے بنیادی اصولی رنگ کی اہمیت

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے نے چند کتب پر ریویو کرتے ہوئے احمدی مصنّفین کی اصولی رنگ میں رہنمائی کرتے ہوئے ان سے اس امید کا اظہار فرمایا کہ وہ اپنی کتابوں میں صرف صحیح روایات اور سچے اور ثابت شدہ واقعات درج کرنے کی کوشش کریں گے اور کچی اور سُنی سنائی باتوں سے اجتناب رکھیں گے تاکہ ان کی کتابیں ان برکات سے متمتّع ہوں جو خدا کی طرف سے ہمیشہ صداقت کے ساتھ وابستہ رہی ہیں۔

قرآن پاک کی تنظیم و تدوین

(تاریخ کے آئینے میں)

نزولِ قرآن مجید کے زمانہ میں ایجادات و مصنوعات کی کمی ضرور تھی، جس طرح آج کاغذ، قلم اور دوات کی بے شمار قسمیں دریافت ہیں، اس زمانہ میں اتنی ہرگز نہ تھیں؛ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس وقت کاغذ اور کتابیں دریافت نہ تھیں، یمن، روم اور فارس میں کتب خانے بھی تھے، یہود و نصاریٰ کے پاس کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا۔

تحریر: ناصر شبیر، انٹورپن، بیلجیئم

"قرآن مجید" اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی ہے، قیامت تک کوئی اور کتاب نازل نہ ہوگی۔ اس میں باطل کے در آنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ۔

(حم سجدہ)

(ترجمہ:) قرآن مجید میں باطل نہ تو سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے۔

آسمانی کتابوں میں قرآن مجید ہی کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ یہ قیامت تک اپنی اصل حالت پر رہے گا، خود اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے، ایک جگہ بڑے زور دار انداز میں ارشاد فرمایا:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ

(حجر ۹)

(ترجمہ:) ہم نے ہی ذکر (قرآن مجید) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

قرآن ایک ہی دفعہ نازل کیوں نہ ہوا؟

قرآن مجید کا نزول ضرورت و حاجت کے مطابق تھوڑا تھوڑا ہوتا رہا، کبھی ایک آیت کبھی چند آیتیں نازل ہوتی رہیں، نزول کی ترتیب موجودہ ترتیب سے بالکل الگ تھی، یہ سلسلہ پورے عہد نبوی کو محیط رہا بلکہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری لمحات تک جاری رہا؛ اس لیے آپ ﷺ کے سامنے آج کی طرح کتابی شکل میں منصہ شہود پر آنا مشکل؛ بلکہ ناممکن تھا، ہاں! یہ بات ضرور ہے کہ ہر آیت کے نازل ہوتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم لکھوا لیتے تھے اور زمانہ کے لحاظ سے نہایت ہی پائدار چیز پر لکھواتے تھے۔

چنانچہ پورا قرآن مجید بلا کسی کم و کاست کے لکھا ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارکہ میں موجود تھا، اس میں نہ تو کوئی آیت لکھنے سے رہ گئی تھی اور نہ ہی کسی کی ترتیب میں کوئی کمی تھی۔

البتہ سب سورتیں الگ الگ تھیں، اور متعدّد چیزوں پر لکھی ہوئی تھیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کتابی شکل میں جمع کرایا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کی محقق نقلیں تیار کر کے ہر طرف پھیلایا بلکہ پوری امت کو اس پر جمع کیا۔ آج تک قرآن مجید اسی کے مطابق موجود ہے۔

حفاظت قرآن مجید

ابتدائے نزول سے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح "لکھ کر" ہوئی ہے، اس سے کہیں زیادہ "حفظ" کے ذریعہ ہوئی ہے، سینہ بہ سینہ حفظ کی خصوصیت صرف اسی آخری کتاب الٰہی کو نصیب ہوئی، تورات، انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں اور صحیفوں کی حفاظت صرف سفینہ میں ہوئی، اس لیے وہ تغیر و تبدل اور دوسرے حوادث کا شکار ہوگئیں۔

غرض یہ کہ قرآن کی حفاظت شروع شروع میں سب سے زیادہ حافظہ کے ذریعہ ہوئی اور حفاظت کا سب سے اہم ذریعہ یہی ہے، اسی وجہ سے آج تک یہ کتاب مقدس اپنی اصل حالت پر باقی ہے، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے خداداد بے نظیر حافظے کو جاہلیت کے اشعار، انساب عرب حتی کے اونٹوں اور گھوڑوں کی نسلوں کے حفظ سے ہٹا کر،

خطِ کوفی ونسخ ۔ عراق و ایران
عہد: گیارویں صدی

آیاتِ الٰہی کے حفظ پر لگادیا۔ حفّاظ کی کثرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف "جنگِ یمامہ" میں شہید ہونے والے حافظوں کی تعداد سات سو تھی۔

قرآن مجید کی آیات کا نزول

پورا قرآن مجید بائیس سال، پانچ ماہ، چودہ دن میں نازل ہوا۔ حسبِ ضرورت کبھی ایک آیت، کبھی چند آیتیں اور کبھی پوری سورہ کی شکل میں آیات نازل ہوتی رہیں، اور ساتھ ہی یہ بھی حکم ہوتا کہ اس کو فلاں سورہ کے فلاں مقام پر رکھ دیجیے؛ چنانچہ کاتبینِ وحی کو بلاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: ضَعواهافی مَوضَع کذا (ترجمہ: اس کو فلاں مقام پر لکھو!

حضرت جبرائیلؑ قرآن پڑھ کر سناتے

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبریل علیہ السلام جب قرآن مجید پڑھ کر سناتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلدی جلدی دہرانے لگتے تھے تاکہ خوب پختہ ہو جائے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: لا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ، انّ علینا جَمْعَه وقُرآنَه۔ (قیامہ ۱۷) (ترجمہ:) آپ قرآن مجید کو جلدی جلدی یاد کرلینے کی غرض سے، اپنی زبان کو حرکت نہ دیجیے، (اس لیے کہ) قرآن مجید کو جمع کرنے اور اس کو پڑھوانے کی ذمہ داری ہمارے اوپر ہے۔

قرآن پاک کی لکھائی اور دہرائی کی مشق

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم آیات لکھانے کا بھی خوب اہتمام فرماتے تھے، اور لکھانے کے بعد سن بھی لیتے تھے، اگر کوئی فروگذاشت ہوتی تو اس کی اصلاح فرما دیتے تھے: فإن کان فیه سَقَطٌ أقامه۔ (مجمع الزوائد ۱/۶۰) پھر یہ لکھی ہوئی آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس محفوظ فرمالیتے تھے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاکر لکھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے، اس طرح بہت سے صحابۂ کرامؓ کے پاس سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھائی ہوئی آیات موجود تھیں، بعض کے پاس پورا پورا قرآن مجید لکھا ہوا تھا۔

عرب میں کاغذ وکتب خانوں کی کمی

نزولِ قرآن مجید کے زمانہ میں ایجادات و مصنوعات کی کمی ضرور تھی، جس طرح آج کاغذ، قلم اور دوات کی بے شمار قسمیں دریافت ہیں، اس زمانہ میں اتنی ہرگز نہ تھیں؛ لیکن ایسا بھی نہیں کہ اس وقت کاغذ اور کتابیں دریافت نہ تھیں، یمن، روم اور فارس میں کتب خانے بھی تھے، یہود و نصاریٰ کے پاس کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا، اس زمانے میں "کاغذ" وغیرہ کی صنعتیں بھی تھیں؛ لیکن بڑے پیمانے پر نہ ہونے کی وجہ سے کاغذ وغیرہ ہر جگہ دریافت نہ تھے؛ اس لیے لکھنے کے لیے جو چیز بھی قابل اور پائیدار سمجھ میں آتی اس پر لکھ لیا جاتا تھا۔

(التبیان فی علوم القرآن ص ۴۹)

عہدِ صدیقی میں تیار کردہ نسخے کی خصوصیات

1 ہر سورت کو الگ الگ لکھا گیا تھا؛ لیکن ترتیب بعینہ وہی تھی، جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی تھی۔

2- اس نسخہ میں ساتوں حروف جمع تھے، جن پر قرآن مجید کا نزول ہوا۔

3- یہ نسخہ خط "حِیَری" میں لکھا گیا تھا۔

4- اس میں صرف وہ آیات لکھی گئی تھیں، جن کی تلاوت منسوخ نہیں ہوئی تھی۔

5- اس کو لکھوانے کا مقصد یہ تھا کہ ایک مرتب نسخہ تمام امت کی "اجماعی تصدیق" سے تیار ہو جائے؛ تاکہ ضرورت پڑنے پر اس کی طرف رجوع کیا جاسکے۔

6- اس نسخہ میں قرآن مجید کی تمام سورتوں کو ایک ہی تقطیع اور سائز پر لکھواکر، ایک ہی جلد میں مجلد کرایا گیا تھا، اور یہ کام حکومت کی طرف سے انجام دیا گیا۔

قرآن مجید کا یہ متفق علیہ نسخہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہا، جب ان وفات ہوگئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا، جب ان کی بھی وفات ہوگئی تو (وصیت کے مطابق) آپ کی بیٹی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رکھا رہا۔

عہدِ عثمانی میں تیار کردہ نسخوں کی خصوصیات

1- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جو نسخہ تیار ہوا تھا، اس میں ساری سورتیں الگ الگ لکھی گئی تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام سورتوں کو اسی ترتیب سے یکے بعد دیگرے ایک ہی مصحف میں لکھوایا۔

2- قرآن مجید ایسے رسم الخط میں لکھا گیا کہ ممکن حد تک متواتر قرآتیں سماجائیں۔

3- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زیادہ احتیاط کے لیے وہی طریقہ اختیار فرمایا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اختیار کیا گیا تھا؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی متفرق تحریریں جو مختلف صحابۂ کرامؓ کے پاس محفوظ تھیں، انھیں دوبارہ طلب کیا گیا اور ان کے ساتھ از سر نو مقابلہ کرکے یہ نسخے تیار کیے گئے۔

عہد: 1000ء تا 1001ء

جمع قرآن پاک کا طریقۂ کار

جمع قرآن میں حضرت زید بن ثابتؓ کا طریقہ کار جن لوگوں نے جو کچھ بھی آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لکھی ہو، وہ سب لے کر آئیں!

(فتح الباری ۹/۱۷)

چنانچہ جب کوئی لکھی ہوئی آیت آتی تو بلا چوں و چرا قبول نہ کی جاتی تھی؛ بلکہ اس پر دو گواہی طلب کی جاتی تھی۔

وکان لایَقْبَلُ مِنْ أحدٍ شیئاً حتی یَشْھَدَ شَاھِدَان۔
(الاتقان ۱/۷۷)

(ترجمہ:) اور کسی سے بھی کوئی آیت اس وقت تک قبول نہ کی جاتی تھی جب تک کہ اس پر دو گواہ گواہی نہ دے دیتے (کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی، یعنی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی تصدیق ہو چکی ہے کہ یہ واقعتاً آیت الٰہی ہے)۔

جمع قرآن میں درج ذیل باتیں بھی پیشِ نظر رکھی گئیں۔

1- سب سے پہلے حضرت زیدؓ اپنی یاد داشت سے اس کی تصدیق فرماتے تھے۔

2- حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زیدؓ اور حضرت عمرؓ دونوں حضرات کو حکم دیا تھا کہ: "آپ دونوں حضرات مسجد نبوی کے دروازے پر بیٹھ جائے، پھر جو کوئی آپ دونوں کے پاس کتاب اللہ کی کوئی آیت دو گواہوں کے ساتھ لے کر آئے، اس کو آپ دونوں لکھ لیجیے!

(فتح الباری ۹/۱۷، الاتقان ۱/۷۷)

3- لکھنے کے بعد صحابۂ کرامؓ کے پاس موجود لکھے ہوئے مجموعوں سے ملایا جاتا؛ تاکہ یہ مجموعہ متفقہ طور پر قابلِ اعتماد ہو جائے۔

(البرھان فی علوم القرآن للزرکشی ۱/۲۳۸)

مصحف نام رکھنے کی وجہ

جب اجتماعی تصدیق کے ساتھ "قرآن مجید" کی جمع و تدوین کا کام مکمل ہو گیا، تو صحابۂ کرامؓ نے آپس میں مشورہ کیا کہ: اس کو کیا نام دیا جائے؟ چنانچہ بعض صحابۂ کرامؓ نے اس کا نام "سِفْر" رکھا؛ لیکن یہ نام یہودیوں کی مشابہت کی وجہ سے پاس نہیں ہوا، اخیر میں "مصحف" نام پر سارے صحابۂ کرامؓ کا اتفاق ہو گیا۔

(الاتقان ۱/۷۷)

عہدِ عثمانی میں قرآن مجید کے نسخے کی نقول

قرآن مجید کا نسخہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ان کی وفات تک رہا، پھر حضرت عمرؓ کے پاس رہا، جب ان کی بھی وفات ہو گئی تو ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس محفوظ رکھا گیا، جیسا کہ بخاری شریف کے حوالے سے گذر چکا ہے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس سے ہی منگوا کر نقول تیار کرائے تھے۔

قرآن پاک کے دیگر نسخے اور اختلاف و تکفیر

جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور اسلام کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا، تو جن لوگوں نے مذکوہ بالا رعایتوں کی بنیاد پر اپنے اپنے قبائلی اور انفرادی لہجوں یا مختلف متواتر تلفظ کے لحاظ سے قرآن مجید کے مختلف نسخے لکھے تھے، انکے درمیان شدید اختلاف رونما ہو گیا حتی کہ ایک دوسرے کی تکفیر کی جانے لگی، تو صحابۂ کرامؓ کے مشورے سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تیار کردہ متفق علیہ نسخہ پر امت کو جمع کیا، اور اس کے علاوہ سارے نسخوں کو طلب کر کے نذرِ آتش کر دیا۔ چنانچہ اختلاف جڑ سے ختم ہو گیا۔

کام کا طریقہ کار اور قریشی رسم الخط

حضرت عثمان غنیؓ رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے، حضرت ابوبکر طصدیق رضی اللہ عنہ کا تیار کردہ نسخہ یہ کہہ کر منگوایا کہ ہم اس سے نقل تیار کر کے اصل آپ کو واپس کر دیں گے، چناں چہ حضرت حفصہؓ نے وہ نسخہ بھیج دیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تین قریشی اور چوتھے انصاری صحابیؓ کو پانچ یا سات نسخے لکھنے کا حکم فرمایا، قریشی صحابی میں، حضرت عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام رضی اللہ عنہم تھے اور انصاری صحابی سے مراد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ہیں۔

ان سب کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی ہدایت دی تھی کہ آپ حضرات کا اگر کسی جگہ رسم الخط میں حضرت زیدؓ سے اختلاف ہو تو اس لفظ کو قریش کے رسم الخط کے مطابق لکھیں اس لیے کہ قرآن مجید قریش کی لغت میں نازل ہوا ہے۔

(فتح الباری ۹/۲۲)۔

امت میں پائے جانے والے دیگر مصاحف

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے پاس موجود سارے نسخوں کو نذرِ آتش کرنے کا حکم نافذ فرمادیا (فتح الباری ۹/۱۳) تاکہ امتِ مسلمہ ایک رسم الخط پر متفق ہو جائے اور امت کی شیرازہ بندی باقی رہے۔ اس وقت موجود بلا استثناء سارے صحابۂ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کے اس کارنامے کی تائید و حمایت کی اور خوب خوب سراہا۔

عہد صدیقی والا نسخہ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والا نسخہ واپسی کے وعدے سے منگوایا تھا (فتح الباری ۹/۱۹)؛ اس لیے اس سے نقلیں تیار کر کے حسبِ وعدہ واپس فرمادیا۔ (فتح الباری ۹/۱۳۹)۔

کتابتِ قرآن کے اولین ذرائع

حافظ ابن حجرؒ کی تحقیق کے مطابق کتابتِ قرآن میں درج ذیل چیزیں استعمال کی گئیں۔

1- زیادہ تر پتھروں کی چوڑی اور پتلی سلوں (لِخاف) کو استعمال کیا گیا، اِسے ہم سلیٹ کہہ سکتے ہیں۔

2- اونٹوں کے مونڈھوں کی چوڑی گول ہڈیوں (کَتِف) پر بھی لکھا گیا، مونڈھوں کی ہڈیوں کو نہایت اچھی طرح گول تراش کر تیار کیا جاتا تھا۔

3- چمڑوں کے کافی باریک پارچوں (رِقاع) پر بھی قرآن مجید لکھا جاتا تھا، یہ ٹکڑے نہایت باریک ہوتے تھے، اور لکھنے کے لیے ہی تیار کیے جاتے تھے، گوشت خور ملک میں اس کی بڑی افراط تھی۔

4- کھجور کی شاخوں کی چوڑی جڑوں (عسیب) اور کھجور کے جڑے ہوئے پتوں کو کھول کر ان کی اندرون جانب بھی آیات کی کتابت ہوتی تھی۔

5- درخت کے چوڑے اور صاف پتے بھی کتابت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

6- محدثین نے کاغذ پر بھی کتابت قرآن کا ذکر کیا ہے۔

8- بانس کے ٹکڑوں پر بھی آیات لکھی جاتی تھیں۔

پتھر پر کندہ آیات

اونٹ کی ہڈی پر آیات

بانس پر تحریر

عہد: گیارویں صدی، عراق

صحابۂ کرامؓ میں جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، وہ خدمتِ نبوی میں پہنچ کر آیات لکھ لیتے تھے، جب کسی سورت میں آیت کا اضافہ ہوتا تو معلوم کر کے مرتب فرما لیتے تھے، اس طرح بہت سے صحابۂ کرامؓ کے پاس سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدقہ نسخۂ قرآن موجود تھا، بعض کے پاس پورا قرآن بھی تھا اور بعض کے پاس چند سورتیں اور چند آیتیں تھیں، لکھنے لکھانے کا سلسلہ بالکل ابتداء سے کثرت سے جاری تھی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے والی روایت میں ہے کہ: ان کی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید رضی اللہ عنہما ان سے پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے، وہ حضرت خبابؓ بن الارث سے قرآن پڑھ رہے تھے، جب حضرت عمرؓ نہایت غضب ناک حالت میں ان کے پاس پہنچے تو ان کے سامنے ایک صحیفہ تھا جس کو انہوں نے چھپا دیا تھا، اس میں سورہ طٰہ کی آیات لکھی ہوئی تھیں۔

(سنن دار قطنی ۱/۱۲۳)

امام بخاری علیہ الرحمہ نے "کتاب الجہاد" میں ایک روایت نقل کی ہے، جس میں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصاحف (لکھا ہوا قرآن مجید) لے کر دشمنوں کی زمین میں جانے سے منع فرما دیا تھا۔

(صحیح بخاری ۱/۴۱۹)

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مشورہ سے جب قرآن مجید کے اجماعی نسخہ کی کتابت کا وقت آیا تو اس وقت حضرت زید بن ثابتؓ کو پابند کیا گیا تھا کہ: جو کوئی بھی لکھی ہوئی آیت لے کر آئے، اس سے دو گواہوں کی گواہی اس بات پر لیجیے کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی ہے چناں چہ اس پر عمل ہوا۔

عہد:1000ءتا1001ء،بغداد

عہد: 1599ء، مراکش

سکینت اور اطمینانِ قلب

تحریر: عاطف وقاص۔ ٹورنٹو، کینیڈا

امیدوں اور توقعات کے برعکس نتائج نکلنے پر اضطراب ہونا، جانی اور مالی نقصانات پر دکھ ہونا، تکلیف محسوس کرنا فطرتی بات ہے۔ تاہم سکینت نہ ہونا غیر فطری ہے۔ سکینت یعنی اثبات قدم، اپنی ذات پر مکمل کنٹرول۔ جب انسان دکھی ہوتا ہے، اسے نقصان ہوتا ہے تب بھی سکینت اس میں موجود ہوتی ہے اور ہونی چاہیئے یہ قرآن مجید کا فلسفہ ہے اسی لئے فرمایا کہ نقصان اور دکھ کے وقت ایک مومن کہتا ہے کہ اچھا جو ہوا سو ہوا کیونکہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف ہم اور ہمارے معاملات لوٹتے ہیں۔ پس سکینت قائم رہنے سے مراد یہ نہیں کہ نقصان نہیں ہوگا اور اگر ہوگا انسان دکھی نہیں ہوگا۔ مخالفت نہیں ہوگی اور ہوگی تو شہادتیں نہیں ہوں گی اور شہادتیں ہوں گی تو دکھ نہیں ہوگا یا نقصان نہیں ہوگا بلکہ سکینت، ثبات قدم اور ذاتی وقار سے مراد ہے کہ نقصان اور دکھ کی وجہ سے انسان کا دل اس کے ہاتھ سے نہیں نکلے گا۔ یعنی self-occupancy قائم رہے گی۔ اس کا ایمان کمزور نہیں ہوگا، وہ خدا تعالیٰ پر بدزنی، بدگمانی اور شکوہ نہیں کرے گا۔

وہ سکینت جس کی بات ہو رہی ہے جو کسی نقصان، دکھ یا پریشانی میں بھی نہیں چھنتی حاصل کیسے ہوتی ہے؟

یہ بہت اہم سوال ہے اور بہت اہم معاملہ ہے۔ یہ ہاتھ میں ایک اکسیر نسخہ اور اسمِ اعظم آجانے جیسا ہے۔ حضرت مسیح موعود و مہدئ مسعودؑ کی ایک دعا ہے جسے آپ نے اسمِ اعظم فرمایا ہے اس پر غور کرتے ہیں۔ وہ دعا یہ ہے کہ اے میرے رب ہر چیز تیری خادم ہے یعنی تیرے حکم سے وہ کام کر رہی یا دوسرے الفاظ میں اگر کام نہیں کر رہی تو بھی تیرے حکم سے ہی ٹھہر گئی ہے اے میرے رب پس میری حفاظت فرما اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ اس دعا میں فلسفۂ تسکین بیان ہوا ہے۔ انسان اگر واقعتاً یہ سمجھ لے کے ہر شے خواہ وہ اچھی ہو جیسے کامیابی و کامرانی، صحت و عافیت، اقبال و فتح مندی، خوشحالی، درختوں کا، فصلوں کا، اعمال کا باثمر ہونا یہ سب خدا تعالیٰ کے حکم سے ہماری زندگیوں میں آرہا ہے اور ہر شے خواہ وہ بظاہر تلخ، ناقابل برداشت اور مکروہ لگے وہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم سے ہماری زندگی میں آرہی ہے جیسے اپنے پیاروں کی، اولاد کی بظاہر قبل از وقت موت، موذی امراض، امتحانات میں کامیاب نہ ہونا، مقروض ہو جانا، رشتے ٹوٹ جانا، لوگوں کے رویے بدل جانا وغیرہ۔ اسی طرح جو کام نہیں ہو رہے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نہیں ہو رہے اور جو تاخیر ہے تو وہ بھی اس کے حکم سے ہے اور وہ حکیم ہے، علیم ہے خبیر ہے سمیع ہے، بصیر ہے جب انسان اس حقیقت کو سمجھ لیتا ہے تو وہ نقصان کے وقت محض عارضی اور فطرتی دکھ یا تکلیف محسوس کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کی مغفرت کی تلاش کرتا ہے مگر وہ سکینت جو ایک مستقل حقیقت کی طرح اس کے اندر موجود ہے اس میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ان دکھوں اور مسائل میں

بھی ایک قادر مطلق مہربان ہستی کا ساتھ موجود ہے جو نعم البدل دینے پر قادر ہے۔

سائنس

جیسے ہم نے کہا کہ سکینت یا اطمینان قلب کو مستقل اور غیر متغیر ہونا چاہیے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جو محض خیالی یا وہمی ہو بلکہ سائنسی علوم میں بھی ایسی حقیقتیں موجود ہیں جو غیر متغیر ہیں یعنی جب مختلف حالات میں ان کا عمل دخل مختلف قوتوں اور مظاہر فطرت سے ہوتا ہے تو وہ بدلتی نہیں ہیں بلکہ مستقل رہتی ہیں جیسے کشش ثقل Gravity ، مادے کی مختلف حالتیں اور ان کے خواص وغیرہ تو وہ سکینت جو اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کے نتیجے میں عطا فرماتا ہے وہ بھی ایک مستقل Constant Value ہے جو کسی انسان میں یا تو ہوتی ہے یا نہیں ہوتی مگر جب یہ ہوتی ہے تو یہ اپنی حالت بدلتی نہیں ہے ۔ یعنی اگر آپ کے دل کو ثبات اور توکل اور ایمان کی قوت حاصل ہے تو آپ کے پاس سکینت موجود ہے اب آپ کی زندگی میں حالات کوئی بھی رخ اختیار کریں آپ سے کوئی آپ کی سکینت دل و دماغ چھین نہیں سکتا۔ لیکن اگر وہ آپ کے پاس موجود ہی نہیں ہے اور پھر طرفہ یہ کہ ایسے اسباب مل جائیں جو پریشان کرنے والے ہوں تو آپ سخت بے سکونی میں مبتلا ہو جائیں گے ۔ دراصل انسان کو مشکلات ہی میں صحیح طور پر علم ہوتا ہے کہ کیا اس کے اندر سکینت ، ثبات ، صبر و یقین اور توکل تھا یا نہیں ۔

دورِ جدید اور سکینت کا حصول

دور جدید میں سکینت کی کمی بڑی واضح ہو کر سامنے آگئی ہے کیونکہ اس کی شدید ضرورت پڑی ہے۔ سکینت یعنی باطنی سکون و اطمینان کیسے حاصل ہوتا ہے

اس سوال کے مختلف جوابات ہیں۔ دنیاوی نکتہ نظر Secular point of view سے سکینت کو متغیر حالت Variable سمجھا جاتا ہے اسی لئے اس کے حصول کے ذرائع بھی بدلتے حالات کے ساتھ بدل بدل کر تجویز کئے جاتے ہیں ۔ ان میں ادویات، ارتکاز توجہ ، موسیقی، یوگا وغیرہ شامل ہیں ۔ مذہب تسکین یا اطمینان کو ایک مستقل حالت Constant Phenomenon سمجھتا ہے اس لئے وہ اس کے حصول کی کوشش سے زیادہ اس کی بات پر زور دیتا ہے کہ انسان ایسے طریق زندگی اپنائے کہ سکینت اسے خدا تعالیٰ کی جناب سے عطا ہوجائے یعنی سکینت یا اطمینان خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے ۔ یہ انسان کے پختہ ایمان، کامل یقین، اور توکل الی اللہ کا نتیجہ ہوتی ہے ۔

مذہب سکینت یا اطمینان کو نبوت، خلافت اور امامت کی طرف سے کی جانے والی دعا کا نتیجہ قرار دیتا ہے جیسے فرمایا:

وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ‌ؕ

(التوبہ:103)

اور اُن کے لئے دعا کیا کر یقیناً تیری دعا اُن کے لئے سکینت کا موجب ہوگی۔

پس اس آیت کی روشنی میں جو سب سے بڑا ذریعہ سکینت ہمیں ملتا ہے وہ ہے امام وقت کی دعا۔ یہ دعا دو رنگ رکھتی ہے ایک عمومی اور دوسرا ذاتی ۔ مثلاً ہمارے پیارے امام خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی دعائیں عمومی رنگ میں جماعت کو سکینت کی ایک ردا میں ڈھانک کر رکھتی ہیں اور ذرا سے غور و فکر کی عادت سے ہم اس سکینت کو دیکھ سکتے ہیں ۔ مثلاً احمدیوں میں جرائم کی شرح Crime rate کا مقابلتاً غیروں سے انتہائی کم ہونا ، آسمانی آفات میں ، وباؤں اور جنگوں وغیرہ میں احمدیوں کا غیر معمولی طور پر نقصانات سے محفوظ رہنا یا بہت کم متاثر ہونا اس کا ایک بڑا ثبوت ہے ۔

امام وقت کی دعا کا دوسرا رنگ ذاتی ہے جو صرف اسی کو حاصل ہوتا ہے جو حضور سے ایک ذاتی تعلق پیدا کرتا ہے ۔ اس تعلق کو پیدا کرنے کے دو بڑے ذرائع ہیں ایک یہ کہ حضور انور کے لئے کثرت سے دعا کی جائے ۔ دوسرا یہ کہ آپ سے خط و کتابت اور ذاتی ملاقات کے سامان کئے جائیں ۔ پس سادہ الفاظ میں سکینت کا ایک اور تیر بہدف نسخہ آپ کو بتا دیا گیا ہے ۔

امام وقت کی دعا کے اثرات

اگر پوری سنجیدگی اور مضبوط قوت ارادی کے ساتھ امام وقت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کی خدمت میں بار بار دعا کے لئے عرض کی جائے تو آہستہ آہستہ انسان مندرجہ ذیل اثرات اپنے اندر محسوس کرتا ہے اور یہ حقیقت جماعتی تاریخ میں محفوظ بزرگان سلسلہ کے لاتعداد واقعات سے ثابت شدہ ہے۔

1۔ گناہوں کی طرف انسان کا رجحان کم ہو کر رک جاتا ہے۔

2۔ گناہ سے انسان کو نفرت ہو جاتی ہے اور انسانی ذوق اور لذتیں بدلنے لگتی ہیں۔ گندی، لغو اور بے حیائی کی باتوں اور چیزوں سے دل اچاٹ ہو جاتا ہے۔

3۔ گناہوں کی جگہ نیکیاں لینے لگتی ہیں ۔ وہی نیکیاں جو ایک بوجھ لگتی ہیں انسان ان کے کرنے میں سکینت پاتا ہے۔ مثلاً نماز پہلے جس کو پڑھنا بوجھ لگتا تھا اب اسے چھوڑ دینے کے خیال سے جان جاتی ہے ۔ مالی قربانی کے لئے دل میں ایک دریائے قربانی جوش مارتا ہے ۔

4۔ انتہائی بگڑے ہوئے حالات ، دل و دماغ راہ راست پر آجاتے ہیں ۔ بد عادات سے نجات مل جاتی ہے ۔ اولاد میں سعادت کے ظرف کے مطابق تبدیلیاں آنے لگتی ہیں ۔

پس جب انسان کے بگڑے کام سنورے لگتے ہیں تو سکینت حاصل ہو جاتی ہے ۔

خدا تعالیٰ کو یاد رکھیں وہ آپ کو یاد رکھے گا

احادیث مبارکہ ، قرآنی تعلیمات اور حضرت مسیح موعودؑ کے کلام سے یہ ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کو یاد رکھنے والے کو خدا تعالیٰ یاد رکھتا ہے ۔ یہ سکینت کا دوسرا بڑا ذریعہ ہے ۔ خدا تعالیٰ کی یاد اس کی محبت اور اس کی ہدایات ایک تعویذ کی طرح اگر انسان کے دل سے لپٹے رہیں تو ہر دکھ ، پریشانی اور قضا و قدر سے پہنچنے والے نقصان میں انسان کو وہ سکینت حاصل رہتی ہے جس کی اسے ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے اشد ضرورت رہتی ہے ۔ گویا جب انسان مشکل میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نظر اس پر ہوتی ہے اور وہ اسے سہارا اور ہمت عطا فرماتا ہے۔
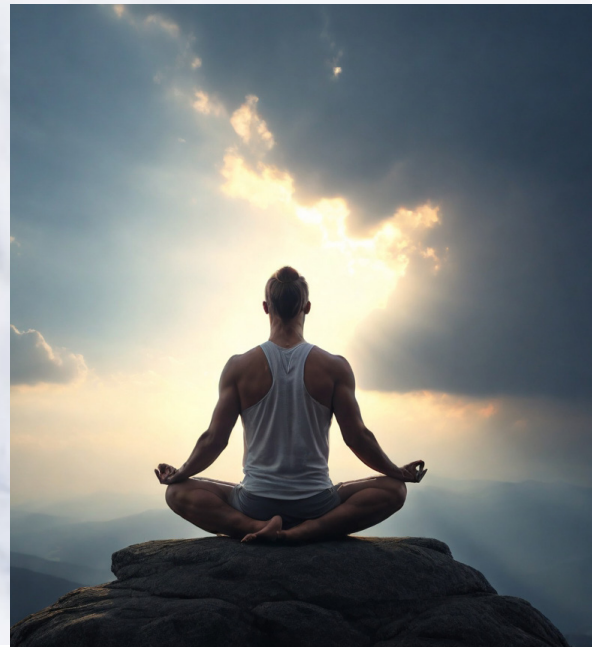
سکینت بہت قیمتی ہے اسے زنجیر کرلیں

انسان جانتا ہے کہ انتہائی اہم، قیمتی اور اکسیر اشیا کو کیسے سنبھالا جاتا ہے صرف شرط یہ ہے کہ وہ ایک چیز کو قیمتی اور اکسیر سمجھتا ہے یا نہیں ۔ پس جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہوا سکینت کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب حالات پلٹا کھاتے ہیں ۔ اس سے پہلے اکثر انسان اس بات سے بے خبر رہتے ہیں کہ کیا انہیں سکینت حاصل ہے بھی یا نہیں اور اگر ہو بھی تو وہ اس کی حفاظت ایک قیمتی شے کی طرح نہیں کرتے ۔ جب کوئی ایسا رشتہ ٹوٹ جائے ، کوئی پیارا بچھڑ جائے یا ہماری توقعات کے برعکس کوئی بہت اپنا ہمیں دھوکا دے دے تو ہمیں اچانک سکینت کی تلاش ہوتی ہے ۔ ہم گھر بھر میں، خاندان بھر میں ، دوستوں کے ہاں، میڈیا اور کتابوں میں، معالجوں اور دانش وروں کے ہاں سکینت تلاش کرتے پھرتے ہیں ۔ پس اگر تو آپ کو سکینت یعنی ثبات قدم ، توکل الااللہ ، صبر اور ایمان کی دولت حاصل ہے اور سکینت کا تعویذ آپ کے پاس ہے تو اسے یاد الہیٰ، محبت الہیٰ، عشق الہیٰ کے مضبوط دھاگوں سے باندھ لیں اور یہ تعلیم قرآن شریف نے دی ہے جیسے کہ فرمایا:

اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِكۡرِ اللّٰهِ‌ؕ اَلَا بِذِكۡرِ اللّٰهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ۔

(الرعد:29)

(یعنی) وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ سنو! اللہ ہی کے ذکر سے دل اطمینان پکڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اول مراد قرآن شریف ہے چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں : یاد رکھو کہ قرآن سے دل اطمینان پکڑتے ہیں ۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الرعد صفحہ 425)

پس سکینت دل کے حصول اور پھر اس قیمتی شے کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ فلسفۂ اسلام یعنی قرآن شریف ہے ۔ جب ہم قرآن شریف کو حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے مقدس خلفا کرام کی تفاسیر کی روشنی میں پڑھتے اور سمجھتے ہیں تو ہمیں ان تمام سوالوں کے جوابات مل جاتے ہیں جن کا تعلق ہمارے دکھوں اور محرومیوں سے ہے اور جو ہمارے اندر بے چینی اور اضطراب پیدا کرتے ہیں۔

سکینت اور نماز

اطمینان ، سکینتِ قلب کے لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی ذریعہ نہیں ۔

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الرعد صفحہ 426)

ماہر نفسیات بھی دھیان لگانے یعنی medita-tion کو ذہنی سکینت کے حصول کا ایک اہم ذریعہ خیال کرتے ہیں ۔ یہ ایک مسلمان کی خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دن میں پانچ مرتبہ معنی خیز الفاظ اور حرکات وسکنات سے لبریز دھیان لگانے کے مواقع فراہم کردیے ہیں ۔ یعنی نماز پڑھنے سے ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت اور نفس کی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ نفسیاتی سکون بھی حاصل ہوتا ہے ۔

خلاصہ کلام

سکینت کے ذرائع جیسے قرآن شریف کی تلاوت اور اس پر غور کرنا اسی طرح نماز پڑھنا ، دعا کرنا اور خلیفۃ المسیح کی خدمت میں دعا کے لئے لکھنا اسی وقت کام کریں گے جب آپ کے اندر سنجیدگی ، مضبوط قوت ارادی ، صبر ، قناعت اور توکل ہوگا ۔ اگر انسان بہت بے صبرا ہے اور خواہشات کے پیچھے تیزی سے بھاگتا ہے ۔ اگر وہ دور جدید کے خلافِ عقل نظریات پر یقین کرتے ہوئے ترقی کے سراب کے پیچھے سرپٹ بھاگ رہا ہے تو پھر ان مقدس ذرائع تسکین دل سے فیض حاصل کرنے سے قبل اسے اپنی سوچ تبدیل کرنی ہوگی ۔ سادہ سی بات ہے کہ جب آپ ایک بات کے قائل ہی نہیں تو اس کے ذرائع آپ کو کیا فائدہ دیں گے ۔ جیسے ایک غیر احمدی کو جب حضور انور کا مقام ہی نہیں پتا تو وہ آپ کو دعا کے لئے کیوں لکھے گا اور کیسے یقین کرے گا کہ ان کی دعا اس کے لئے نجات کا باعث ہوگی ۔ اسی طرح سرمایہ دارانہ سوچ کا حامل انسان جو جانتے بوجھتے ہوئے دنیاوی خواہشات کے پیچھے دیوانہ وار بھاگ رہا ہے اسے قرآن شریف کا فلسفۂ قناعت، فلسفۂ صبر و توکل اور فلسفۂ سکینت کیسے فائدہ دے گا ۔ پس کسی بھی طریقۂ علاج، طرز حیات، یا فلسفۂ حیات کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ انسان اس کا دوسرے طریقوں

اور فلسفوں سے موازنہ کریں ۔ ہوسکتا ہے کہ آپ کو یہ بات بہت مشکل دکھائی دے لیکن ایسا نہیں ہے موازنہ کرنے کے لئے کسی لمبی چوڑی تحقیق کی ضرورت نہیں بلکہ انسان خود اپنے نظریات اور ان کے نتائج کا جائزہ لے لے تو سمجھ سکتا ہے ۔ مثلاً سادہ سی بات ہے کہ دنیاوی ترقی کے اس غلط تصور کے پیچھے بھاگنے سے جو سرمایہ دارانہ نظام پیش کرتا ہے انسان دیکھ سکتا ہے کہ اسے کیا کیا حاصل ہوا ہے اور کیا کیا چھن گیا ہے ۔ پھر جو کچھ حاصل ہوا ہے کیا وہ اس کی نجات، تسکین قلب اور خدا تعالیٰ سے اسے جوڑنے میں اس کا مدد گار ہے ۔ نیز اس دوڑ میں جو کچھ اس نے گنوایا ہے مثلاً اسلامی اقدار، اقربا سے قریبی تعلق ، جماعتی ترقیات پر معنی شرکت و حصہ داری، سکونِ دل کیا وہ ان کا زیاں برداشت کرسکتا ہے ۔ کیا وہ اس نقصان کی تلافی کرپائے گا ۔ آخر پر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچی سکینت عطا فرمائے اور پھر اسے زنجیر کرنے کے ذرائع کو استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

حفیظ احمد وسیم، پاکستان

سورۃ الفاتحہ

ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے

تسمیہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد قرآن مجید کی دوسری آیت تحمید اللہ کے مبارک نام سے شروع ہوتی ہے۔یہ ایک ایسا جامع اور وسیع المعانی مبارک کلمہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ساتھ توحیدا ور تشکر کا مفہوم بھی پایاجاتاہے۔

مناسب ہے کہ جس پاک ہستی کے حضور دعا کی جائے اس کی صفات اور عظمت کا اعتراف بھی کیاجائے۔اس پاک اور مقدس ہستی باری تعالیٰ کے احسانات اور نوازشات کاذکرکیاجائے۔

کسی کی تعریف کے پس پشت دو قسم کے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ایک یہ کہ وہ ذات فی نفسہ حسن وخوبی اور کمال کی حامل ہو دوسرا یہ کہ ہم پر اس کی نوازشات وکرامات ہوں اور وہ ہمارا منعم اور محسن ہو۔اللہ تعالیٰ کی ذات ان دونوں پہلوؤں سے تعریف کے قابل ہے۔اللہ تعالیٰ وہ محسن حقیقی ہے جس کی تعریف حق صرف اتنا کہ کرکہ ”تعریف اللہ ہی کے لیے ہے“ ادا نہیں ہوتا بلکہ درست کلمہ یہ ہے کہ ”ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کے لیے ہے“

اس کلمہ کو زبان پر لاتے ہوئے یہ عظیم حقیقت منکشف ہوجاتی ہے کہ یہ وہ حقیقت ہے جو مخلوق کی فطرت اور رگ وپے میں پیوستہ یہ کلمہ مخلوق خدا کے ذہن سے مخلوق پرستی کا رنگ زائل کرکے خالق اور منتظم حقیقی کی عظمت جاگزیں کراتی ہے۔کائنات کی نیرنگیوں کو دیکھ کرتمام خوبیوں ،حسن وجمال اور کمال کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو سمجھا جاتا ہے۔اور انسان پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ مخلوق کے جملہ کمالات ان کے ذاتی نہیں بلکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم ممنون اور شکر گزار بنیں تو صرف اسی ذات کے جو خالق کمال ہے۔مخلوق میں سے جس کی بھی تعریف کی جائے وہ در حقیقت اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے۔اگر غوروفکر سے کام لیاجائے تو یہ وہ مبارک کلمہ ہے جس نے مخلوق پرستی کی جڑ کاٹ کر تعریف وتحمید کے ساتھ ساتھ توحید کا لاشعور درس سکھادیاہے۔اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی کسی مخصوص نعمت کو مختص کرکے تعریف نہیں کی گئی۔بلکہ ایک عمومی تعریف کی طرف اشارہ ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے شمار ہیں انسان ان کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

ترجمہ:تم اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے۔

انسان پورے عالم پر نظر دوڑائے پھر اپنے وجود پر غور کرے وہ بذات خود ایک عالم اصغر ہے۔الغرض اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرے۔یہی فطرت انسانی کاتقاضا ہے۔یہ کلمہ ہمیں یاد الٰہی کا درس دیتا ہے۔اور حقیقی عبدیت پر آمادہ کرتا ہے۔

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ترجمہ قرآن میں سورت الفاتحہ کے تعارف کے سلسلے میں بیان فرماتے ہیں:

”یہ سورت ابتدائی مکی دور میں نازل ہوئی تھی۔بعض مستند روایات کے مطابق یہ مدینہ میں دوبارہ نازل ہوئی ۔ بسم اللہ سمیت اس کی سات آیات ہیں۔یہ سورت قرآن کریم کے جملہ مضامین کا خلاصہ ہے۔اسی لیے احادیث میں اس کاایک نام ام الکتاب بھی ہے ۔اس کے علاوہ اور بھی بہت سے نام مذکور ہیں۔مثلاً فاتحۃ الکتاب۔الصلوۃ۔ الحمد۔ام القرآن۔السبع المثانی۔الشفاء۔الکنزوغیرہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور پر اس سورت کی تفسیر کاعلم دیا۔چنانچہ حضورؑ نے خاص طور پر اس سورت کی تفسیر عربی زبان میں رقم فرمائی۔“

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قران فہمی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین

ناک میں دم ہے

انتخاب:۔ رفیق احمد ہاشمی۔ ہاسلٹ۔ بیلجیئم

ہوا یوں کہ آنکھ اور کان کے درمیان جم کر لڑائی ہوگئی۔ اور چشمہ بیچارہ ایک کونے میں چپ چاپ کھڑا سر کھجا رہا تھا۔ آنکھ کہہ رہی تھی کہ چشمہ میرا ہے کیونکہ وہ میرے لئے ہی اس گھر میں لایا گیا ہے مگر کان صاحب بھی کہاں چھوڑنے والے تھے ان کی دلیل بھی دل کو لگتی تھی کہ چشمہ دن بھر ان سے لپٹا رہتا ہے اس لئے چشمہ صرف انکا ہی ہے۔ ان دونوں کا جھگڑا جب حد سے آگے نکلنے لگا تو ناک بیگم نے زور سے گلا صاف کیا اور اپنے پاٹ دار منہ سے گویا ہوئیں۔ بچو! آپس میں اس طرح نہ الجھو کہ لوگ تمہارا نام بدل کر ہند و پاک رکھ دیں۔ تم لوگوں کا جھگڑا بے بنیاد ہے چشمہ نہ آنکھ کا ہے اور نہ کان کا، چشمہ صرف اور صرف میرا ہے کہ دن بھر اس کا سارا بوجھ میں ہی اُٹھاتی ہوں۔ میں ہوں تو چشمہ لگتا ہے اور آنکھیں اس سے دنیا دیکھتی ہیں اور کان بیٹا اس کا ہاتھ پکڑے گھومتے رہتے ہیں اس لئے بچپنا چھوڑو اور غور سے سنو کہ ناک بنا چشمہ ادھورا ہے۔ قصہ مختصر، چشمہ چاہے کسی کا بھی ہو ناک بنا وہ ادھورا ہے۔ صرف چشمہ ہی کیوں ناک بنا تو جگ ادھورا ہے، ملک ادھورا ہے، قوم ادھوری ہے اور تو اور ہم اور آپ بھی ادھورے ہیں، ہر جگہ، ہر وقت، ہر ماحول میں ناک کا وجود مسلم ہے، چاہے آپ کا وجود ہو یا نہ ہو۔ صبح بستر سے اٹھتے ہی ہمیں اپنی ناک بچانی پڑتی ہے ۔ ہماری بیگم صاحب کا تو پوچھیئے مت، صبح آنکھ کُھلتے ہی بستر سے سیدھے آئینے کے پاس جاکر اپنی ناک کو (جو کہ ان کو ورثے میں اپنی امی سے ملی ہے) رومال سے رگڑ رگڑ کر پونچھتی ہیں۔ ایک دن ہم نے ڈرتے ڈرتے پوچھ ہی لیا کہ یاہو YAHOO کی امی (یاہو ہمارے اکلوتے بیٹے کا نام رکھا ہے ہماری بیگم نے) اس میں بھی ناک کی مہربانی ہے کیونکہ ہماری پڑوسن مسز چمپی نے اپنے بیٹے کا نام (ہوٹ میل hotmail رکھا ہے) آپ روز صبح اپنی ناک کو رگڑتی کیوں ہیں بھلا رگڑنے سے بھی کہیں ناک لمبی ہوتی ہے ؟ تنک کر بولیں "آپ کو کیا پتہ رات کو سونے کے بعد اگر کوئی مکھی، مچھر یا کوئی کیڑا ہماری ناک پر بیٹھا ہو گا تو انفیکشن ہونے کا ڈر ہے نا؟" ہم نے دل میں سوچا کہ بیگم ایک بات آپ نے سچی کہی کہ رات کو سونے کے بعد کوئی یہ جرأت کر سکتا ہے ورنہ جاگتے میں تو آپ اپنی ناک پر مکھی تک بیٹھنے نہیں دیتیں، اللہ جھوٹ نہ بلوائے انفیکشن تو اُس بے چارے کو ہو جائیگا جو آپ کی ناک شریف پر بیٹھنے کی جرأت کرے گا۔

بھائیو! گھر تو گھر بازار بھی ناک کے لئے محفوظ جگہ نہیں ہے۔ بات بات پہ لوگ ناک تک پہنچ جاتے ہیں۔ کچھ دکانداروں کی ناک اتنی حساس ہوتی ہے کہ وہ گاہک کو سونگھ کر سمجھ جاتے ہیں کہ کون خریدنے آیا ہے اور کون صرف تاکنے اور جھانکنے۔ اور تو اور وہ آپ کو سونگھ کر یہ بھی بتا سکتے ہیں کہ آپ کتنی حیثیت کے آدمی ہیں اور کیا خرید سکتے ہیں اور کیا نہیں۔ پچھلے دنوں ہمارے ساتھ ایک ایسا ہی حادثہ ہوا اور ہماری ناک کٹتے کٹتے بچی۔ ہوا یوں کہ گھر کی گھٹن سے گھبرا کر ہم ایک دن ایک سوپر مارکیٹ میں گھس گئے گھومتے رہے رنگین نظاروں سے نظر سینکتے رہے اور طرح طرح کی دیسی بدیسی خوشبوؤں سے اپنی ناک کو لطف دیتے رہے ہمیں پتہ نہیں تھا کہ ہمارے ناک کی سیدھ میں ایک آدمی کھڑا ہمارے اوپر نظر رکھ رہا تھا وہ ہمارے قریب آیا اور بولا صاحب ! کیا خریدیں گے کچھ لینا بھی ہے یا صرف ہر کاؤنٹر میں ناک گھسیڑھ رہے ہیں ؟ اسکی بات سن کر ہماری ناک میں مرچی لگ گئی۔ مگر ہم نے اسکی ڈیل ڈول کو دیکھ کر اپنے غصے کو چاپ لیا اور پوچھا کیوں بھائی ہم کچھ خریدیں یا نہیں اس سے آپ کو بدہضمی کیوں ہو رہی ہے ؟ وہ بڑے اطمینان سے بولا بات یہ ہے کہ میں اس اسٹور کی ناک ہوں مطلب سیکورٹی افسر ہوں آپ جیسے مڈل کلاس لوگوں کو سونگھ کر پہچان لیتا ہوں مجھے پتہ ہے کہ آپ لوگ اپنی ناک اونچی کرنے کے لئے مطلب جھوٹی سفید پوشی کا بھرم رکھنے کے بڑے بڑے ہائی اسٹینڈرڈ سوپر اسٹور میں گھس تو جاتے ہو مگر لینا دینا کچھ نہیں صرف دیکھنے کے لئے ، ہو سکتا ہے کہ اسٹور میں گھستے یا نکلتے وقت کسی پڑوسی یاد دوست کی نظر آپ پر پڑ جائے تو آپ کی ناک کا سائز بڑھ جائے مطلب آپ اس پہ رعب ڈال سکیں کہ دیکھو ہم اتنے بڑے سوپر اسٹور سے شاپنگ کرتے ہیں۔ ہے نا صاحب اس کی کڑوی کسیلی سچائی سے ہماری ناک کے اوپر پسینہ آگیا ہم نے اپنی شرمندگی کو پونچھ کر جھوٹی مسکراہٹ کا سہارا لیا اور اپنی

"بس نور کا اِک راستہ ہے"
میں جب کھلے ہوئے پھول دیکھتا ہوں
مجھے وہ ایسے دیئے لگتے ہیں جو آگ کی
بجائے پانی سے جل رہے ہوں ۔ان
میں نورِ کامل بہہ رہا ہے نورِ کامل نہ
آگ ہے نہ پانی نہ رنگ ہے نہ خوشبو
بس نور کا اک راستہ ہے اس راہ میں جو
پیشانیاں آئیں دمک گئیں جو سینے آئے
ابل پڑے جو زبان آئی گویا ہوگئی ۔
عاطف

تمنائے دل

غرض اپنی نہ کوئی رکھ ، مگر مقصد تُو بالا رکھ
ظُلمت کے مقابل پر ، عزم اپنا تُو اعلیٰ رکھ

ترا دامن ہوگھر ایسا ، جوہراک کو سکینت دے
کہ زخمی دل شفاء پائے ، ہرمشکل کا اِزالہ رکھ

خوش رہنے کی عادت میں ، راحت اور سکینت ہے
کوئی دکھ دے ، کروتم معاف ، وصف میں ترنوالہ رکھ

بشر تیرانہیں یہ کام ، یوں تھک کر ہارجانے کا
خلق میں توہی اعلیٰ ہے ، عمل بھی اپنا اعلیٰ رکھ

بھسم ہوجائے گی ہرآگ ، ترے ہی نُور میں جل کر
دیارِ یارکے در پر، دہکتے عشق کا شعلہ رکھ

فناہونے میں ڈرکیا ہے ،یہی ہے راز! اے ساقی
جو ابد کی راہ دکھلائے ، خدارا و ہ پیالہ رکھ

نہیں ممکن کہ نہ اترے ، وہ یارلامکاں تجھ پر
توعشق کی آگ میں جلتے ، اپنی سب اَدْعیّہ رکھ

بھٹکتی پھر رہی دنیا ، بنا کعبے اور کلیسا کے
قمر دکھا انہیں جاکر، یسوع کا بھی حوالہ رکھ

نفس کو خاک کرکے بھی، نہ شیطان پر بھروسہ کر
کبھی شمع جو دھوکہ دے ، تُو توکل کا چولا رکھ

منور احمد بھٹی راجپوت ۔ برسلز، بیلجیئم

کرسمس اور سال نو کے موقع پر گرجا گھروں میں پھولوں اور چاکلیٹس کے تحائف

محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ مجلس انصار اللہ بیلجیئم کو امسال 2023 میں بھی ملک بھر میں مختلف شہروں اور دیہاتوں کے گرجا گھروں میں حقیقی اسلام کے پیغام کے ساتھ پھولوں اور چاکلیٹس کے تحائف پیش کرنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ۔ اس پروگرام کی تیاری کی غرض سے چند دن پہلے بہت سے گرجا گھروں کی انتظامیہ سے رابطہ کیا گیا اور اس طرح 28 گرجا گھروں کی انتظامیہ کی طرف سے اجازت مل سکی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ پروگرام کا آغاز 22 دسمبر بروز جمعہ سے ہوا اور جس کا اختتام 31 دسمبر کو ہوا۔ پہلے سے طے شدہ طریق کے مطابق مربّیانِ سلسلہ اور انصار مقررہ گرجا گھروں میں تشریف لے گئے جہاں انتظامیہ کی طرف سے خوش آمدید کہا گیا۔ پادری صاحبان نے کرسمس کی مناسبت سے اپنی مذہبی رسومات کی ادئیگی کے بعد مربّیانِ سلسلہ، خدام یا انصار کو حاضرین سے مخاطب ہونے کی دعوت دی چنانچہ اس اہم موقع پر حاضرین کو مبارکباد پیش کرنے کے ساتھ اسلام کی مختلف مذاہب کے ساتھ بھائی چارے اور امن کی تعلیم اور اسلام احمدیت کا تعارف پیش کرنے کا موقع ملا جس کے بعد پادری صاحبان کو خصوصی تحائف اور پھول پیش کئے گئے اسی طرح تقریب میں شامل تمام حاضرین کو Voice of Peace پیغام پر مشتمل تیار کئے گئے سٹکرز کے ساتھ پھولوں اور چاکلیٹس کے تحائف پیش کئے گئے۔ اکثر حاضرین نے محسوس بھی کیا اور بعض نے اس کا اظہار بھی کیا کہ دوسرے مذہب کے لوگ ہماری اس خوشی میں شریک ہیں اور محنت سے تیار کئے گئے خوبصورت تحائف پیش کئے گئے ہیں۔ الحمد للہ۔ پروگرام کے بعد کئی غیر از جماعت نے جماعت کی سرگرمیوں متعلق پوچھا اور اسی موقع پر جماعت کی سرگرمیوں کی مختصراً تفصیل بھی پیش کی گئی۔

مجلس انصار اللہ کے اس پروگرام کی کامیابی میں 6 مربّیان سلسلہ، 3 جامعہ کے طالب علموں اور خدام کا تعاون بھی شاملِ حال تھا۔ ان دنوں میں چودہ مجالس کے 46 انصار کے علاوہ 37 خدام، 5 ناصرات اور 20 اطفال۔ ٹوٹل 117 ممبران جماعت کو 28 گرجا گھروں میں 2900 کی تعداد میں پھولوں کے اور 2300 چاکلیٹس تحائف پیش کرنے کی توفیق ملی۔ جزاکم اللہ۔ اس موقع پر Voice of Peace کے 5000 ہزار پمفلٹ اور نئے سال کے 2000 ہزار کارڈ تقسیم کرنے کی توفیق ملی۔ اسی طرح اس پروگرام کے ذریعے تقریباً 5500 ہزار غیر از جماعت تک حقیقی سلام یعنی جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچانے کی توفیق ملی، الحمدللہ۔ اس موقع پر پادری صاحبان نے ملاقاتوں کے دوران اظہار تشکر کے علاوہ اس خواہش کا اظہار کیا کہ دورانِ سال بھی ان رابطوں کو قائم رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے فضل سے مجلس کی اس مساعی کو قبول فرمائے اور پہلے سے بڑھ کر خدمتِ دین میں حضرت خلیفۃ المسیح کا معاون و مددگار بنائے۔ آمین

اظہرالدین خندکر۔ قائد تبلیغ انصاراللہ

رپورٹ 27 ویں مجلس شوریٰ

محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجلس انصاراللہ بیلجئیم کو اپنی 27 ویں مجلس شوریٰ مؤرخہ 17 دسمبر 2023ء بمقام بیت السلام ڈلبیک منعقد کرنے کی توفیق ملی۔الحمدللہ۔

شوریٰ کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ تلاوت مکرم حافظ جہانزیب قریشی صاحب نے اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کی اور ڈچ ترجمہ مکرم ہمایوں مقصود صاحب نے پیش کیا۔بعد ازاں محترم وسیم احمد شیخ صاحب صدر مجلس انصاراللہ بیلجئیم نے نظامِ شوریٰ کی اہمیت قواعد و ضوابط اور نمائندگان شوریٰ کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ دُعا کے بعد شوریٰ کی کاروائی کا آغاز ہوا۔

مکرم شاہد محمود صاحب قائد عمومی نے تجویز برائے شوریٰ 2022ء پر عمل درآمد کی جائزہ رپورٹ پیش کی اور مکرم ابوالبشر صاحب سیکرٹری شوریٰ نے تجویز برائے شوریٰ 2023ء پڑھ کر سنائی جس کے بعد مکرم عبدالباسط بھٹی صاحب قائد مال نے بجٹ 2024ء نمائندگان شوریٰ کے سامنے پیش کیا بعد ازاں پیش کی گئی تجاویز پر غور و خوض کے لئے سب کمیٹیاں تشکیل دی گئیں۔

اس موقع پر سرائے ناصر کی ڈاکومنٹری دکھائی گئی اور تمام ممبران شوریٰ کو سرائے ناصر کے پروجیکٹ کے لئے مالی تحریک کی گئی اور اس دن ممبران شوریٰ نے اس مالی قربانی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اس دن کی ٹوٹل وصولی 9850 یوروز ہوئی الحمدللہ۔ اس کے ساتھ ہی پہلے اجلاس کی کاروائی اختتام پذیر ہوئی۔

نماز اور کھانے کے وقفے کے بعد مجلس شوریٰ کے دوسرے اجلاس کا آغاز ہوا۔سب کمیٹیوں نے تجاویز سے متعلق اپنی سفارشات پیش کیں جن پر نمائندگان شوریٰ نے سیر حاصل بحث کی اور اس سال کی تجاویز کو حسبِ قواعد حتمی شکل دینے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمتِ اقدس میں پیش کرنے کی منظوری دی۔

امسال شوریٰ کے موقع پر صدر مجلس انصاراللہ بیلجیئم اور نائب صدر صف دوم کا انتخاب بھی عمل میں آیا اس انتخاب کی کاروائی کے لئے اسیسٹنٹ پرائیویٹ سیکریٹری انصار سیکشن محترم عبدالخالق صاحب مرکزی نمائندہ کے طور پر موجود تھے۔

بعد ازاں مرکزی نمائندہ مکرم و محترم عبدالخالق صاحب نے اپنے اختتامی خطاب میں شوریٰ ممبران کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ احسن رنگ میں دلائی۔ اس کے بعد محترم وسیم احمد شیخ صاحب صدر مجلس نے اختتامی کلمات میں شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور آخر میں دعا کے ساتھ اس بابرکت مجلس شوریٰ کا اختتام ہوا۔الحمدللہ علی ذالک۔

ابوالبشر۔ سیکرٹری شوریٰ انصاراللہ

BG banner
27TH NATIONAL
MAJLIS-E-SHURA
MAJLIS ANSARULLAH BELGIUM
17 DEC 2023 (BAIT-US-SALAM DILBEEK)